

- (11) ملک سے اشیاء خرید کر دوسرے ممالک کو برآمد کرنے والا سرکاری ادارہ ہے:
 (A) ایکسپورٹ پروموشن بورڈ
 (B) ایکسپورٹ پروموشن کونسل
 (C) فری ٹریڈ کارپوریشن آف پاکستان ✓
 (D) نیشنل ایکسپورٹ کارپوریشن
- (12) درج ذیل میں سے ایک سارک کی تنظیم کا ممبر نہیں ہے:
 (A) پاکستان
 (B) ہندوستان
 (C) کویت ✓
 (D) نیپال
- (13) بین الاقوامی لین دین کے لئے ملک کرنسی کو غیر ملکی کرنسی میں بدلنے کی شرح کیا کہلاتی ہے:
 (A) بینک ریٹ
 (B) پارٹر سٹم
 (C) شرح مبادلہ ✓
 (D) پیچھے سٹروئل



اسلام کا معاشی نظام Economic System of Islam

مکمل صابطہ حیات:

اسلام ایک مکمل صابطہ حیات ہے انسان کو زندگی کا مقصد بھی بتاتا ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کا طریقہ بھی۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر پہلو اور ہر گوشہ سے متعلق پوری رہنمائی مہیا کرتا ہے۔ شخصی، عائلی، معاشی، تعلیمی، معاشرتی، تمدنی (Cultural)، قانونی، اخلاقی، روحانی اور آخرت و عاقبت (Life Hereafter) کے معاملات و مسائل کے بارے میں ہدایت بخشتا ہے اور ایک کامل (Perfect) کامیاب اور مطمئن بخش زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔ اسلام کی یہ خوبی اور خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ یہ دستور و آئین درحقیقت انسان کے خالق اور مالک خود اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: **إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ** (سورۃ آل عمران: 19) یعنی اللہ کے نزدیک (صحیح) دین (اور راہ نجات تو) صرف اسلام ہے چنانچہ ہم پر واجب ہے کہ اپنی انفرادی اور قومی زندگی کا سیاسی اقتصادی عمرانی (Social) اور اخلاقی نظام اسلام کی روشنی میں مرتب کریں۔

اسلامی معاشی نظام کی خصوصیات اور خوبیاں

Basic Features and Characteristics of Islamic Economic System

یہاں ہم اسلام کے معاشی نظام کی اہم خصوصیات بیان کرتے ہیں:

1۔ حلال و حرام کی تمیز:

اسلام کا بنیادی حکم یہ ہے کہ دولت حلال (Just and Fair) طریقے سے کمائی جائے اور حلال کاموں پر خرچ کی جائے۔ اس نے ایسے تمام افعال کو حرام (Unlawful) قرار دیا ہے جو شخصی اور اجتماعی زندگی میں ضرور رساں ثابت ہو سکتے ہیں مثلاً شراب اور دیگر منشیات کا بنانا، پینا، خریدنا، رکھنا اور استعمال کرنا حرام ہے۔ علاوہ ازیں درج ذیل ذرائع سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی حرام ہے: رشوت، غصب، خیانت، چوری، جوا، مسہ اور دھوکہ فریب کے کاروبار، اشیائے ضرورت کو اس مقصد کے لئے روک رکھنا (Hoarding) کہ قیمتیں چڑھ جائیں، مالِ یتیم میں بے جا تصرف، ناپ تول میں کی بیشی، فحاشی پھیلانے والے ذرائع کا کاروبار، گانے بجانے کا پیشہ، قہ گری، زنا، قسمت پتانے اور فال گیری کا سلسلہ اور سود (Interest) کا کاروبار خواہ اس کی شرح کم ہو یا زیادہ اور خواہ وہ شخصی ضروریات کے قرضوں پر ہو یا صنعتی و تجارتی اور زراعتی ضروریات کے قرضوں پر۔

صرف دولت کے سلسلے میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ پاکیزہ اور جائز ضرورتوں پر خرچ کرنے کے بعد جو بچ رہے اسے اللہ کی راہ میں نفع مقاصد پر خرچ کر دیا جائے جوں اور ضرورت مندوں کو دے دیا جائے۔ نیز جس قدر نقد یا زبورات یا مال تجارت کی شکل میں دولت موجود ہو اس پر ہر سال زکوٰۃ دی جائے۔

سود سے پاک معیشت (Interest-Free Economy):

اسلامی نظام معیشت میں سودی کاروبار کی ممانعت ہے کیونکہ اللہ پاک نے سود کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔ "اس لئے اہل ایمان کو چاہئے کہ اپنی معیشت و معاشرت کو سود سے پاک رکھیں۔" اسلام دین فطرت ہے مسلمانوں کے درمیان باہمی صلہ رحمیت ایثار فیض رسانی اور دردمندی کے جذبات پیدا کرتا ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ مسلم معاشرہ کے ارکان ایک دوسرے کا دکھ درد بانٹیں معیشت میں کام آئیں حاجت مندوں کی ضرورتیں پوری کریں معذوروں یتیموں اور یتیموں کی مالی اعانت کریں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اہل ایمان "مخلص فیاض فراخ دل اور ایثار پیش ہوں۔ لیکن یہ اعلیٰ صفات ایسے لوگوں میں پیدا ہوتی ہیں جن کے دل میں خدا اور مخلوق خدا کے لئے محبت ہو، لیکن سود و معاشرہ میں لوگوں کے اندر یہ اخلاقی صفات پیدا نہیں ہوتیں۔

سودی نظام کے نتائج:

- (1) سود و معاشرہ میں لوگوں کے اندر عوامیہ خصائص پیدا ہو جاتی ہیں: زر پرستی، بخل، محب مال، کمزور کا استحصال، ضرورت مند کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا اور ہر کام کرتے وقت فقط ذاتی مفاد کو پیش نظر رکھنا۔ انحصار، سود خوری کی نگاہ اکثر مال و دولت پر ہوتی ہے وہ خود غرض، بخل، سخی، القاب بے در وادری میں ہو جاتا ہے۔
- (2) جس سوسائٹی میں بخل اور حرص لوگ ہوں گے وہ اخلاقی طور پر تودیل ہو جائے گی مگر معاشی اعتبار سے بھی تباہ و برباد ہو جائے گی کیونکہ ایسی سوسائٹی میں متصادم گروہ جسم لیتے ہیں یعنی ایک قرض خواہ اور دوسرا مقروض چونکہ قوم کی دولت سٹ سٹ کر اہل زر کے پاس مرکوز ہو جاتی ہے اس لئے دولت کی گردش سست پڑ جاتی ہے مقروض طبقے کی قوت خرید کم ہو جاتی ہے اور وہ تیار ہونے والی اشیاء کی پوری قیمت نہیں دے سکتے یوں اشیاء کی پیداوار اور اس کی خرید و تقسیم میں توازن (Balance) باقی نہیں رہتا جس کے باعث وہاں کساد بازاری (Depression) اور بحران (Crisis) کی کیفیت غالب آ جاتی ہے اور معیشت کمزور پڑ جاتی ہے۔ نیز ان دونوں گروہوں کے اندر باہمی عداوت اور کشمکش پیدا ہو جاتی ہے۔
- (3) سودی کاروبار میں قرض لینے والے کو کاروبار اور سرمایہ میں خواہ نفع ہو یا نقصان قرض خواہ کا نہ صرف سرمایہ محفوظ رہتا ہے بلکہ اسے پہلے سے طے شدہ شرح پر بڑا قاعدہ سود ملتا رہتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اپنے سرمائے کو سود پر دے کر خوب کمائی کر رہا ہے لیکن اصل کمائی اور سرمائے میں حقیقی اضافہ اور نشوونما وہ ہے جو اللہ پاک کے مقرر کردہ ضابطے اور طے شدہ حدود کے اندر رہ کر ہو اور چونکہ اللہ نے سودی کمائی حرام قرار دی ہے اس لئے انجام کار یہ برباد ہو جاتی ہے۔ (ii) اللہ کے ہاں نشوونما اور فروغ تو "صدقات" کو ملتا ہے جو اللہ کی راہ میں جتنی جوں کی ضرورت پر خرچ ہوتے ہیں۔
- (4) سود و اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے کیونکہ وہ اپنے رب کے عطا کردہ مال و دولت کو اس کی رضا مندی اور خوشنودی کی خاطر اس کی ضرورت مند مخلوق کی کفالت کے لئے خرچ نہیں کرتا اور یوں اپنے رب کی ناشکری کرتا ہے۔ (iii) حالانکہ اس پر واجب ہے کہ اس کے رب نے اپنی رحمت سے اسے جو مال و دولت عطا فرمایا ہے اس کا شکر ادا کرے جس کا اصل طریقہ یہ ہے کہ مال اپنے رب کی امانت سمجھتے ہوئے عین اس کی رضا مندی کے لئے محتاجوں، معذوروں اور محروموں کی کفالت کے لئے ذکوہ صدقات خیرات کی شکل میں نہایت فراخ دل اور جذبہ ہمدردی کے تحت خرچ کرے۔
- (5) "سودی حرمت اور ممانعت کے باوجود کے باوجود جو لوگ سود خوری سے باز نہیں آتے وہ گویا اللہ پاک کی حکم عدولی اور عدم اطاعت کے مرتکب ہو کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مقابل آکھڑے ہوتے ہیں اور عملاً ان کے خلاف اعلان جنگ کرتے ہیں۔"

مطلوبہ رویہ:

سود خوری کے مذکورہ بیسیک نتائج کے پیش نظر اہل ایمان کو چاہئے کہ اس سخت سے مکمل احتیاط کریں اور اپنے اندر زری خصلتوں مثلاً زر پرستی، خود غرضی، سنگدلی اور بے دردی کے بجائے اعلیٰ اخلاقی صفات پیدا کریں۔ مثلاً دوسروں کے لئے غلوں، ہمدردی، محبت، احسان، مردانہ ایثار، فیض رسانی اور نفع بخشی وغیرہ۔ لہذا اگر کسی دوسرے بھائی کو قرض لینے کی ضرورت پڑ جائے تو اسے قرض حسن دیں (اور کسی معاوضہ یا سود کا مطالبہ نہ کریں) نیز اگر مقروض سنگدست ہو تو واپسی کے لئے اسے اس وقت تک مہلت دیں جب تک اس کے حالات اچھے بہتر نہ ہو جائیں کہ وہ قرض واپس ادا کر سکے۔ بلکہ اس سے بھی اگلا قدم اٹھائیں اور وہ یہ ہے کہ اگر مقروض قرض کی واپسی کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اسے قرض بالکل معاف کر دیں اللہ کے نزدیک یہ عمل بہت پسندیدہ ہے۔

پاکستان میں بلا سود بینکاری (Interest-Free Banking in Pakistan):

اگر پاکستان میں اسلامی بینکاری نظام صحیح طور پر قائم کیا جائے تو اس سے بے شمار اقتصادی فوائد حاصل ہوں گے کیونکہ

- (1) معاشرہ سودی اعتناتوں اور نحوستوں سے پاک اور غیر سودی اسلامی نظام معیشت کی برکات سے فیض یاب ہوگا۔
- (2) اس سے بے وسیلہ دستکاروں کی محنت اور ہنرمندی بروئے کار آئے گی۔
- (3) روپے کی گردش (Circulation) بڑھے گی۔
- (4) روزگار (Employment) وسیع ہوگا۔
- (5) جن لوگوں کے پاس فاضل (Surplus) روپیہ موجود ہے لیکن خود کاروبار نہیں کر سکتے ان کا سرمایہ زیر استعمال آئے گا۔
- (6) ارتکاز دولت (Concentration of Wealth) یعنی چند لوگوں کے قبضہ میں دولت کا جمع ہو جانا ترک جائے گا۔
- (7) امیر و غریب کا باہمی تفاوت (Disparity) کم ہو جائے گا۔
- (8) متوسط طبقہ (Middle Class) مستحکم ہوگا۔ نیز چور بازار (Black Marketing) سرنگٹک، مہنگائی، افراط زر (Inflation) بے روزگاری، غبن، لوٹ مار، کرپشن ختم ہو جائے گی قومی آمدنی (National Income) بڑھے گی اور یوں پوری قوم غیر سودی اسلامی نظام معیشت کی برکات سے بہرہ ور ہوگی۔

پاکستان میں سودی نظام کے خاتمہ اور بلا سود بینکاری کے لئے قانون سازی:

- (i) سرکاری سطح پر سب سے پہلے پاکستان اسلامی نظریاتی کونسل (Islamic Ideology Council) نے دسمبر 1969ء میں سود کے سلسلہ میں ایک فیصلہ دیا جس کی رو سے ہر قسم کے سود (Interest) کو بلا قرار دیا گیا۔ ستمبر 1977ء میں صدر پاکستان نے اسلامی نظریاتی کونسل کو حکم دیا کہ غیر سودی اسلامی معیشت کا خاکہ تیار کرے۔ چنانچہ کونسل نے ماہرین کی ایک کمیٹی قائم کی جس نے اپنی رپورٹ جون 1980ء میں تیار کر لی جو غیر سودی بینکاری کے لئے ایک رہنما لائحہ عمل مہیا کرتی ہے اس میں صنعت و کاروبار کے لئے مالیات مہیا کرنے کے لئے بارہ مختلف طریقے تجویز کئے گئے۔ مثلاً:
- (ii) مضاربہ (یعنی ایک فریق کا سرمایہ اور دوسرے کی کاروباری محنت)
- (iii) مشارکہ (Equity Participation)
- (iv) اجارہ (Leasing) یعنی کرایہ پر ضروری اشیاء کی فراہمی
- (v) کرایہ میں شرکت داری (Rental Sharing)

(v) اشیاء کی خرید و فروخت کے لئے بیچ مران (Buy Back System) (یعنی کوئی چیز اصل قیمت مثلاً دس روپے کی خرید کر پندرہ روپے میں فروخت کر دی جائے اور قیمت اور وصول کی جائے) کو بلا لاکٹ پر مشتمل لینے کے ساتھ فروختی کی شکل میں مارک اپ کی بنیاد پر مالیات مہیا کرنا

(vi) قرض حسنہ وغیرہ۔

(2) 1980ء کے آخر میں (پاکستان کے مرکزی بینک) سٹیٹ بینک آف پاکستان نے تمام کرنل بینکوں کو ہدایت کی کہ جنوری 1981ء سے اپنے تمام معاملات اور لین دین کو کونسل کی مذکورہ رپورٹ کے مطابق ڈھالیں اور اسلئے وہ سود پر مبنی تھیں قبول کریں اور سود پر قرضہ جاری کریں بلکہ بچت کھاتوں کے لئے نفع - نقصان شراکتی کھاتے (Profit and Loss Sharing Account : PLS) کھولیں اور کاروباری مقاصد کے لئے مذکورہ بالا امتیازات صورتوں میں قرضہ مہیا کریں۔

(3) نومبر 1991ء میں وفاقی شریعت عدالت (FSC) نے وفاقی حکومت کو ہدایت کی کہ 30 جون 1992ء تک مالیاتی نظام میں رائج سود کا مفروضہ ختم کر کے غیر سودی صورت میں ختم کی جائیں لیکن 1991ء میں برسرِ اقدام قرار دیا شریف حکومت نے وفاقی شریعت عدالت کے فیصلے پر عملدرآمد کے بجائے اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ کے ایپیلیٹ بینچ (Appellate Bench) میں اپیل دائر کر دی۔

(4) گیشن برائے اسلامی معیشت کا قیام:
مذکورہ اپیل کے علاوہ حکومت نے سٹیٹ بینک آف پاکستان کے گورنر کی سربراہی میں معیشت کو اسلامی نظام میں ڈھالنے کے لئے ایک کمیشن (Commission for Islamization of the Economy) قائم کر دیا۔ اس کمیشن نے جون 1992ء میں ایک رپورٹ تیار کی جس میں یہ بیان کیا کہ ہر قسم کا سود جس میں مارک اپ (Mark up) بھی شامل ہے دراصل ربا ہی ہے اور اس لیے حرام ہے۔

(5) سپریم کورٹ کے شریعت ایپیلیٹ بینچ کا فیصلہ:
ایپیلیٹ بینچ نے وفاقی حکومت، صوبائی حکومت، مختلف قومی بینکوں اور مالیاتی اداروں کی جانب سے دائر کی گئی شریعت ایپیلوں کا 23 دسمبر 1999ء کو فیصلہ سناتے ہوئے ہر قسم کے سود اور سود کے کاروبار کو قرآن و سنت سے متصادم قرار دے دیا۔ عدالت نے سود سے متعلق تمام مروجہ قوانین کو تبدیل کر کے اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے رہنما اصول بھی وضع کئے اور فیصلے میں قرار دیا کہ سود اور سودی کاروبار کے متعلق تمام قوانین 31 مارچ 2000ء تک از خود ختم ہو جائیں گے۔ وفاقی حکومت کو ہدایت بھی کی کہ وہ ایک ماہ کے اندر اندر سٹیٹ بینک میں اعلیٰ اعتباراتی کمیشن قائم کرے جو موجود مالیاتی نظام کو شریعت کے مطابق ڈھالنے کے لئے دو ماہ کے اندر اندر تمام مالیاتی قوانین کی جانچ پڑتال کرے اور قومی معیشت کو اسلامی ڈھانچے میں ڈھالنے کے لئے اقدامات بروئے کار لائے۔ عدالت عظمیٰ نے ہدایت کی کہ دیگر تمام مروجہ قوانین 30 جون 2001ء تک اسلامی سانچے میں ڈھال لئے جائیں۔ عدالت کا مشترکہ فیصلہ 106 صفحات پر مشتمل ہے۔ چنانچہ پاکستان سپریم کورٹ کے شریعت بینچ کے 23 دسمبر 1999ء کے فیصلہ کے مطابق وفاقی حکومت نے سٹیٹ بینک میں ایک بارہ کئی اعلیٰ سطح کی کمیشن قائم کر دیا جو سودی مالیاتی نظام کو شریعت کے مطابق بنانے کے عمل کو انجام دینے اور اس کی نگرانی کے لئے پوری طرح با اختیار ہو گا۔

2001ء میں سٹیٹ بینک نے ملک میں موجود بنکاری نظام کے متوازی (ساتھ ساتھ) اسلامی بنکاری نظام کو فروغ دینے کی حکمت عملی پر زور دیا لہذا پاکستان میں اسلامی بینکوں کے علاوہ اسلامی مالیاتی ادارے (IFIs) بھی فروغ پا رہے ہیں۔ مثلاً: "اسلامی میوچل فنڈ" (Islamic Mutual Funds)۔ "شریعت کے ضوابط کے تحت مکانات کے لئے مالیات کی فراہمی"۔ "مکافل (Insurance) کپنیاں" اور "مضاربہ ادارے"۔

اسلامی بینکوں کے اثاثوں اور ان کے پاس جمع شدہ اثاثوں میں مسلسل اضافہ ہوتا گیا ہے۔ تاہم پاکستان کے بینکوں کے مجموعی اثاثوں کا ابھی قلیل حصہ یعنی صرف 6.68 فیصد اسلامی بینکوں اور مجموعی اثاثوں کا صرف 7.16 فیصد اسلامی بینکوں کے پاس ہے۔

اس وقت پاکستان کے اسلامی بینک مالیات، بہم پہنچانے کے لئے درج ذیل صورتیں (Financing Products) اختیار کرتے ہیں: مراہجی اجارہ مشارکہ مضاربہ وغیرہ۔ زیادہ تر حصہ نیا ہی پراڈکٹس کا ہے۔

پاکستان میں اسلامی بنکاری نظام کے لئے اب بینک جو مالیاتی اقدامات کئے گئے ہیں ان کا ذکر باب 3 میں کیا جا چکا ہے۔

اسلامی معاشی نظام کی بنیادی اقدار Basic Values of Islamic Economic System:

چونکہ اسلام کے معاشی نظام کی بنیاد انفرادی اور اجتماعی اخلاق حسنہ پر قائم کی گئی ہے اس لیے یہ نظام اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک کہ افراد ملت میں وہ کریمانہ اخلاق اور اپنے بھائیوں کے لئے خیر خواہی کا جذبہ پیدا نہ ہو جس کی تعلیم اسلام نے دی ہے لہذا اسلام کے معاشی نظام سے متعلق جن اہم خاصائص کا پیدار کرنا ضروری ہے ہم ان کا ذکر کرتے ہیں:

مساوات (Equality):

مساوات سے مراد ہے برابری انسانی مساوات کا مفہوم یہ ہے کہ اسلام کی نظر میں تمام انسان اپنی اصل کے لحاظ سے پیدا ہونے اعتبار سے برابر ہیں، کیونکہ سب لوگ ابوالبشر جناب آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کے لحاظ سے آپس میں بھائی بھائی ہیں اور حقوق میں برابر ہیں اگرچہ رنگ، شکل، نقوش، زبان اور علاقہ کے لحاظ سے یہ بظاہر ایک دوسرے سے مختلف ہیں، لیکن انسان ہونے کی حیثیت سے سب برابر ہیں کسی عربی کو بھی پراورگی گورے کو کالے پر کسی امیر کو غریب پر اور کسی مالک کو مزدور پر بحیثیت انسان کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔ ہاں اگر کسی کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہے تو صرف اخلاق کی برتری کی بنیاد پر۔ جیسا کہ قرآن مجید (سورۃ الحجرات: آیت 13) میں فرمایا گیا ہے: (ترجمہ: تم میں سے فضیلت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور نیکی و پرہیزگاری اختیار کرنے والا ہے۔)

جہاں تک معاشی مساوات کا تعلق ہے اس سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مال و دولت رزق کا نسیبہ اور آدمی میں قطعی مساوات اور یکسانیت پیدا نہیں ہو سکتی کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی صحت، سیرت، صلاحیت اور قابلیت میں فرق رکھا ہے اسی طرح ان کے رزق میں بھی فرق قائم کیا ہے اور اس نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے۔ ہاں اسلام کی نظر میں معاشی مساوات صرف یہ ہے کہ معاشرہ کے ہر فرد کو روزی کمانے کا رو بار کرنے اور آگے بڑھنے کے لئے یکساں اور مساوی مواقع بہم پہنچائے جائیں۔ اسلامی حکومت پر لازم ہے کہ وہ ایسے حالات پیدا کرے جن میں ہر شخص اپنی مرضی، صلاحیت، میلان اور ذوق کے مطابق تعلیم حاصل کر سکے، پیشہ اختیار کر سکے اور جائز حدود کے اندر رہ کر جتنی چاہے ترقی کر سکے۔ گویا اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ روزی کمانے میں کسی کو خصوصی مراعات دے اور کسی کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرے۔ اس لحاظ سے اسلامی ریاست کے افراد میں معاشی مساوات موجود ہے، لیکن اسلام یہ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ دولت مند افراد پر دولت جمع کرنے کی کوئی پابندی نہ ہو اور غریب افراد کی ضروریات کی کفالت نہ کی جائے بلکہ دونوں کے فرق کو کم کرنے اور ارتکاز دولت (Concentration) کو روکنے کے لئے بڑے موثر اقدامات تجویز کیے ہیں جن کا ذکر ذیل میں کیا گیا ہے:

(1) اسلام میں ناجائز طریقے سے دولت کمانے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔

(2) سودی کاروبار حرام ہے۔

(3) انکناز (یعنی دولت جمع کرنے) اور احکار (Hoarding) (یعنی مال تجارت کو بلند قیمت کے انتظار میں روک رکھنے) کی ممانعت ہے۔

(4) اپنی بچتوں اور جمع شدہ دولت پر ہر سال زکوٰۃ ادا کی جانی ضروری ہے اور زکوٰۃ کے سوا بھی لوگوں کے اموال میں ریاست (State) کا حق ہے۔

(5) دولت کو معاشی اسراف اور بے جا خورد و نوش (Luxurious Living) میں نہیں اڑایا جاسکتا۔

(6) ملک کے فقیر، حاجت مند، معذور، مسکین، یتیم، مقروض اور نادار لوگوں کی کفالت سرکاری بیت المال پر واجب ہے۔

معاشی مساوات کے سلسلہ میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اسلام دولت کی مساوی تقسیم کا نظریہ پیش نہیں کرتا بلکہ اس کے بجائے منصفانہ تقسیم (Just and Equitable Distribution) کا حامی ہے۔ یعنی ایک طرف صاحب ثروت لوگوں کے پاس بے تحاشا دولت مرکوز نہ ہونے پائے اور دوسری طرف کم نصیب لوگ اپنی ضروریات معقول معیار تک پوری کرنے سے محروم نہ رہیں۔ بے تحاشا جمع مال کے رجحان کو روکنے کے لئے زکوٰۃ، عشر، صدقہ اور قانون وراثت کے علاوہ رضا کارانہ طور پر اتفاق فی سبیل اللہ (یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنا) کی بہت ترغیب دی گئی ہے۔

عدل و انصاف (Justice):

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ زندگی کے معاملات میں عدل سے کام لیں جیسا کہ آیت مبارک ہے: **إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ** (نحل: 90) (ترجمہ: اللہ عدل کرنے کا حکم دیتا ہے۔) یعنی نہ کسی کا حق ماریں نہ کسی کی بے جا جانبداری کریں بلکہ زندگی بھر اپنے رویے کی بنیاد پر ان عدل پر استوار کریں، انفرادی و تفریط سے بچ کر اعتبار الٰہی کی راہ اختیار کریں اور عدل کو نہ صرف شعار بنائیں بلکہ انصاف کے طبردار بنیں۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَلَهُ شَهَادَاتٌ بِالْقِسْطِ** (مائدہ: 8) (ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو) یعنی دنیا سے ظلم و وعدوں اور جبر و استبداد مٹا کر عدل کا جھنڈا گاڑیں۔ جس مقام پر کوئی گواہی دینی پڑے یا فیصلہ کرنا ہو وہاں اللہ کی رضا جوئی کی خاطر صرف حق کا ساتھ دیں خواہ یہ گواہی یا فیصلہ کسی گہرے دوست یا کسی قریبی عزیز کے خلاف ہی کیوں نہ ہو انصاف کا دامن ہرگز ہاتھ سے نہ چھٹنا چاہئے اور کسی قسم کی نفسانی خواہش یا محبت انصاف کرنے سے نہ روکے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے: **قُلْتُمْ قَاعِدُوا لَوَاقُوْهُنَّ ذَا قُرْبَىٰ** (انعام: 152) (ترجمہ: اور جب بات کو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ داری کا کیوں نہ ہو)

انصاف کی فضیلت و اہمیت:

زندگی کے عام معاملات میں عدل و انصاف اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو خصوصی ہدایت کی گئی ہے کہ:

(1) ناپ تول میں پورا انصاف کرو۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے: **وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ بِالْعَهْدِ** (انعام: 152) (یعنی کوئی چیز تاپے اور تولنے وقت پورا وزن دو۔)

(2) اہل ایمان کو ہدایت کی گئی ہے کہ ہر صورت میں انصاف کا ساتھ دو خواہ بظاہر اس سے اپنا یا رشتہ داروں کا نقصان ہوتا نظر آئے۔ اگر رشتہ دار دولت مند ہو تو اس کی امارت کے رعب میں اس کی طرف داری نہ کرو اور اگر وہ غفلت و نادار ہے تو اس کی بے چارگی کے باعث جذبہ رحم کے تحت اس کی جانبداری نہ کرو اسے کمزور سمجھ کر اس کے خلاف گواہی نہ دو یا رشتہ دار کے ساتھ محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس کے حق میں بے جا گواہی نہ دو۔

(3) حاکم اور صاحب اختیار پر واجب ہے کہ وہ جب بھی فیصلہ کرے تو انصاف کے ساتھ کرے۔ اللہ پاک کا ارشاد مبارک ہے: **وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ** (نساء: 58) (ترجمہ: اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو) یعنی رشتہ لے کر یا سفارش قبول کر کے بے انصافی کے مرتکب نہ ہو کیونکہ یہ بہت برا گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی باز پرس ہوگی۔

ایک عام مسلمان کے روزمرہ زندگی میں عدل سے کام لینے اور ایک حاکم کے لئے میزان عدل قائم رکھنے کے لئے ہمارے سامنے اللہ

کے محبوب رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریعہ مثالیں موجود ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ذاتی معاملات میں تو حضور کرم کا بے نظیر پیکر تھے لیکن دینی اور معاشرتی معاملات میں ہمیشہ عدل روا رکھتے تھے۔

احسان (Goodness):

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ احسان کا رویہ اختیار کرو۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے: **إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ** (نحل: 90) (ترجمہ: اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔) احسان کا مطلب یہ ہے کہ انسان:

(1) دوسروں کو ان کے حق سے زیادہ دے لیکن خود اپنے حق سے کم پر راضی ہو جائے۔

(2) اپنے دینی و دنیوی فرائض بطریق احسن انجام دے یعنی ان کی ادائیگی کے لئے اپنی دینی و جسمانی اور قلبی صلاحیتیں بحسن و خوبی استعمال کرنے کے ذمہ داریاں بڑی محنت اور لگن سے نبھائے۔

(3) باہمی معاملات میں فیاضی اور فراخ دلی کا رویہ اختیار کرے اور دوسروں کے ناگوار سلوک اور درشت لہجہ پر دیرپا ہی طریقہ اختیار کرنے کی بجائے خوش خلقی اور درگزر سے کام لے۔

(4) خلوص دل سے اللہ اور اس کے پیارے جہنمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفا دار رہے اور اپنی ہر متاعِ حقویٰ کو زیادہ ان کے حکم پر غور کرنے کو تیار ہو۔

احسان کی مختلف صورتیں:

احسان کی کئی صورتیں ہیں:

(1) کسی کی مالی امداد کرنا اس کی ضرورتیں پوری کرنا روزگار دلانا اس کا ذریعہ معاش کھول دینا۔

(2) ضرورت مندوں کو قرض حسن دینا اگر وہ تنگ دست ہو تو وہی کے لئے مہلت دینا اور اگر واپس کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو قرضہ معاف کر دینا۔

(3) کسی کو مصیبت سے نجات دلانا اس کا دکھ درد بانٹنا۔ ابتلا سے نکلنے میں مدد دینا۔

(4) دوسروں کی غلطی کو معاف کر دینا ان کی زیادتی سے درگزر کرنا اگر کوئی معذرت کرے تو اسے قبول کر لینا۔

(5) اگر کوئی شخص تمہارے ساتھ برائی کرے تو برائی کو اچھے طریقے سے دفع کرنا۔ بالفاظ دیگر برائی کا بدلہ برائی سے دینے کے بجائے بردباری سے کام لیتے ہوئے اس شخص سے درگزر کرنا۔

فضول خرچی کی ممانعت

(Prohibition of Wasteful Consumption)

دولت خرچ کرنے کے سلسلے میں اسلام نے مندرجہ ذیل تعلیمات دی ہیں:

سادہ اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کے لئے پرہیزگاری کے اندر رہتے ہوئے اپنی جائز ضرورتوں پر وہ پیسہ خرچ کرنا چاہئے۔ ایک طرف بخل زور پرستی اور دولت جمع کرنے کی ممانعت کی گئی ہے اور دوسری جانب ضرورت سے زائد خرچ کرنے اور اسراف سے روکا گیا ہے۔ اگر اپنی ضرورت سے زیادہ روپیہ خرچ رہے تو اسے اللہ کی راہ میں یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سالکوں، پڑوسیوں، رشتہ داروں کی مدد اور قیدیوں کی رہائی کے لئے خرچ کر دینا چاہئے۔ اس سلسلہ میں نہ کسی پر احسان جتنا چاہئے اور نہ بیکاری سے کام لیتا چاہئے۔ بخل کی ممانعت اس آیت مبارک سے ظاہر ہوتی ہے: (ترجمہ) جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک سزا کی خبر

دے دو۔ (التوبہ: 34) اسراف اور بخل کی بجائے خرچ میں اعتدال پسندی کی تلقین کی گئی ہے: قرآن مجید میں یوں فرمایا گیا ہے: (ترجمہ) جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل بلکہ ان کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے۔ (الفرقان: 67)

اس آیت مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان وہ لوگ ہیں جن کا رویہ یہ ہوتا ہے کہ نہ وہ معاشی قمار بازی شراب نوشی اور شادی بیاہ کی رسوم میں فضول خرچ کریں اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر اپنی شان دکھانے کے لیے غلامانہ لباس اور تزیین و آرائش پر دولت لائیں اور نہ ان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ ایک زر پرست آدمی کی طرح پیسہ جوڑ کر رکھیں یعنی نہ خود کھائیں نہ بال بچوں کی ضروریات اپنی استطاعت کے مطابق پوری کریں اور نہ کسی راہ خیر میں خوش دلی کے ساتھ خرچ کریں۔

بے جا خرچ اور اسراف کی ممانعت ان آیات مبارکہ سے ظاہر ہوتی ہے: (ترجمہ) اور (خرچ میں) حد سے نہ گزر دو کہ اللہ حد سے گزرنے والوں (فضول خرچ لوگوں) کو پسند نہیں کرتا۔ (الانعام: 141) فضول خرچی نہ کرو فضول خرچ لوگ شیطانوں کے بھائی ہیں۔ (سورۃ بنی اسرائیل: 26، 27)

ارتکاز دولت کا خاتمہ

(Elimination of Concentration of Wealth)

سرمایہ داری نظام کے تحت عام طور پر سرمایہ دار لوگ (یعنی صنعت کار، تاجرانہ اور زمیندار وغیرہ) اپنے سرمائے اور کثیر منافع کی مدد سے اپنے کاروبار کو وسیع سے وسیع تر کرتے جاتے ہیں جس کے باعث غریب اور متوسط طبقوں کی دولت ان کے ہاتھوں سے نکل کر سرمایہ دار طبقے کے پاس گھٹی جلی جاتی ہے اور یوں معاشرہ کی بیشتر دولت سرمایہ دار طبقے کے پاس جمع اور مرکوز ہو جاتی ہے جبکہ دوسری طرف درمیانے درجے کے لوگ، تنخواہ دار اور معینہ آمدنی والے غریب سے غریب تر ہوتے جاتے ہیں۔ یوں دولت کا چند ہاتھوں کے پاس محدود اور مرکوز ہو جانے کو ارتکاز دولت کا مسئلہ کہا جاتا ہے۔ جس کے بہت سے معاشی، سماجی، اخلاقی اور سیاسی نقصانات ہیں۔ اسلام نے دولت کو چند ہاتھوں میں مرکوز ہونے کو منع فرمایا ہے جیسا کہ ذیل کی آیت مبارکہ سے پتہ چلتا ہے: (ترجمہ) تاکہ وہ (مال) تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔ (الحشر: 7)

اس آیت میں قرآن مجید نے اہم اصول بیان کر دیا جس کی رو سے اسلامی معاشرے اور حکومت کی معاشی پالیسی کا بنیادی قاعدہ یہ قرار پایا کہ دولت کی گردش پورے معاشرے میں عام ہونی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ مال صرف دولت مند لوگوں میں ہی گھومتا رہے۔ جس کے باعث امیر روز بروز امیر تر اور غریب روز بروز غریب تر ہوتے چلے جائیں۔

قرآن مجید کے اس بنیادی معاشی اصول کو عملی شکل دینے کے لئے اسلام نے کئی اقدامات کئے ہیں۔ مثلاً:

☆ سود حرام کیا گیا ہے۔ ☆ زکوٰۃ فرض کی گئی ہے۔ ☆ اموال قیمت میں سے خمس نکالنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ☆ نقلی صدقات و خیرات کی تاکید کی گئی ہے۔ ☆ مختلف قسم کے کفاروں کی ایسی صورتیں تجویز کی گئی ہیں جن سے دولت کے بہاؤ کا رخ معاشرہ کے غریب طبقات کی طرف پھیر دیا جائے۔ ☆ میراث کا ایسا قانون بنایا گیا ہے کہ ہر مرنے والے کی چھوٹی ہوئی دولت زیادہ سے زیادہ وسیع دائرے میں پھیل جائے۔ ☆ بخل کو اخلاقی برائی قرار دیا گیا ہے۔ ☆ امیر لوگوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ ان کے مال میں مسائل اور محروم کا حق ہے جسے خیرات کے طور پر نہیں بلکہ ان کا حق سمجھ کر انہیں ادا کرنا چاہئے۔

سادگی و کفایت اور مہربانیت (Austerity and Self-Contentment):

تمام لوگوں کی آمدنی دولت اور مالی حالت ایک جیسی نہیں ہوتی بلکہ بعض مفلس اور تنگدست ہوتے ہیں اور بعض خوشحال و امیر کبیر۔ جس طرح لوگوں کی جسمانی قوت ذہنی صلاحیت، تعلیم، تربیت اور فنی، ہنرمندی میں فرق ہوتا ہے اسی طرح ان کی آمدنی اور دولت میں بھی فرق

ہوتا ہے۔ اگرچہ ایک اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ معاشرہ میں دولت کی تقسیم کو عادلانہ اور مساویانہ بنائے اور غریب طبقہ کی خوراک پوشاک اور رہائش کا بہتر انتظام کرے تاہم اسلامی تعلیمات کی رو سے جن لوگوں کے وسائل کم اور کمائی تھوڑی ہو ان پر واجب ہے کہ وہ جتنی مقدار معاشی جدوجہد کرتے رہیں لیکن سادگی و کفایت سے گزرا کریں اور مہربانیت سے کام لیں۔ انہیں ہرگز یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ دولت حاصل کرنے کے لئے حرام اور ناحق طریقے اختیار کریں کیونکہ ناجائز ذرائع سے روزی کمائے اور دولت بڑھانے کے باعث انسان کا حیران کن طعن کرتا ہے اور گناہ کی غلغلہ اسے ہمیشہ بے قرار رکھتی ہے۔ اس کے برعکس سادگی اور مہربانیت سے زندگی بسر کرنے سے انسان قلبی اطمینان حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی مندرجہ ذیل نوعیت کی آزمائش کرتا ہے: خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کا نقصان، آمدنی کا خسارہ اور دزد بھگتا ہے کہ کیا ایسے حالات میں اہل ایمان میرے کام لیتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: وَلَقَدْ لَبِثُوا لَكُمْ يَوْمَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصِ مَنِّ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالْقَضَايَاتِ وَتَنَسُّو الصَّابِرِينَ (البقرہ: 155)

لہذا انسان پر واجب ہے کہ وہ حلال طریقے سے روزی کمائے اور حلال طریقے سے ہی خرچ کرے۔ اگر اسے کبھی تنگدستی، غربت، بے روزگاری سے واسطہ پڑ جائے تو کمائی کے لیے ہرگز ناجائز اور حرام طریقے اختیار نہیں کرتے چاہئیں بلکہ سادگی، کفایت، شہکاری اور مہربانیت سے کام لیتا چاہئے اور اللہ پاک سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ اسے مشکلات سے نجات عطا فرمائے۔ غرض اطمینان قلب ایک بہت بڑی نعمت ہے جو پاکیزہ اخلاقی حلال کمائی، سادگی و کفایت اور مہربانیت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

نمود نماش پر اخراجات کے بُرے اثرات (Implications of Ostentation):

دولت مند اور امیر کبیر لوگ روزمرہ زندگی میں دوسروں پر اپنی برتری دکھانے نیز ٹھانڈے ہاتھ اور عجب و شان کا سک جمانے کے لئے اپنی رہائش پوشاک، تقریبات، سیر و سیاحت اور نمود نماش پر بہت زیادہ خرچ کرتے ہیں۔ اس روش کے انفرادی اور اجتماعی سطح پر بہت برے اثرات پڑتے ہیں۔ مثلاً:

- یہ فضول خرچی کی ایک شکل ہے جس کی اسلام میں سخت ممانعت ہے اور فضول خرچ کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔
- فضول خرچی روپیہ کو ضائع کرنے کے مترادف ہے کیونکہ اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا جبکہ اس رقم سے کئی مفید کام کئے جاسکتے ہیں۔
- غریب طبقے کے اندر احساس کمتری پیدا ہوتا ہے اور وہ نفسیاتی امراض کا شکار ہو جاتے ہیں۔
- معاشرہ دو گروہوں میں تقسیم ہو جاتا ہے: امیر اور غریب اور دونوں کے درمیان کربہ جذبات پیدا ہوتے ہیں مثلاً: حسد، رقابت، نفرت، دشمنی، تصادم، بد امنی، فسادات وغیرہ۔

فضول خرچی کے بجائے اگر روپیہ کو تعمیری و ترقیاتی کاموں اور سرمایہ کاری پر لگایا جائے تو اس سے ملک کی آمدنی بڑھتی ہے، روزگار کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں، غربت کم ہوتی ہے اور ملک مجموعی طور پر خوشحال ہو جاتا ہے۔

اسراف (یعنی فضول خرچی) کے پیچھے عموماً یہ محرکات (Motives) ہوتے ہیں: ناجائز ذرائع سے حاصل کردہ آمدنی، چند ہاتھوں میں دولت کا ارتکاز، زکوٰۃ و صدقات کی ادائیگی سے غفلت اور کوتاہی، ٹھانڈے ہاتھ اور شان و شوکت کے اظہار کے لئے قیمتی زیورات کا استعمال، زیب و زینت کا سامان، فضول مشاغل مثلاً قمار بازی، گھوڑ دوڑ، شراب نوشی وغیرہ۔

اثرات و مضرات (Implications of Hoarding):

ذخیرہ اندوزی سے مراد ہے کسی زرعی جنس (گندم، چاول، پنے وغیرہ) یا صنعتی پیداوار (کپڑا، مینینی، سینٹ وغیرہ) یا کوئی اور شے کچھ لمحہ کے لئے فروخت کرنے سے روک لیتا اور ذخیرہ کر لیتا تاکہ بازار میں اس شے کی قلت (Shortage) ہو جائے اور قیمت بڑھ جائے تو بلند قیمت پر بیچ کر زیادہ منافع کمایا جائے۔ یہ عمل کسی طرح جائز نہیں اور اسلامی اخلاقی، معاشی اور معاشرتی لحاظ سے اس کی اجازت نہیں

کیونکہ:

- (i) ضرورت مند لوگ (ذخیرہ شدہ) شے کو بروقت اور صحیح قیمت پر خریدنے سے محروم رہتے ہیں اور وہ اپنی ضرورت پوری نہیں کر سکتے۔
- (ii) شے بھنگی ہو جانے کی وجہ سے لوگوں کو زیادہ قیمت دینی پڑتی ہے جس سے امیر طبقہ امیر تر اور طبقہ غریب تر ہو جاتا ہے۔
- (iii) مصنوعی قلت پیدا کر دینے سے منڈی کے حالات غیر یقینی (Uncertain) ہو جاتے ہیں اور اس دورانہ میں متعلقہ لوگ یعنی عام تاجر 'کامک ڈال' وغیرہ بیکار و بیکار رہتے ہیں۔ لہذا حکومت کو چاہئے کہ ذخیرہ اندوزی ممنوع قرار دے اور ذخیرہ اندوزوں کی دست برد سے عوام اور معیشت کو خراب ہونے سے بچائے۔

سرمایہ داری اشتراکیت اور اسلامی نظام کا موازنہ

Comparison Between Capitalism, Socialism and Islamic Economic System

مفہوم:

معاشی نظام سے مراد ہے کسی ملک کے معاشرتی اور اقتصادی اداروں کا آئینی اور معیشتی ڈھانچہ جس کے تحت وہاں کے لوگ باہم کوششوں سے 'ادی' ذرائع کو بروئے کار لا کر ضرورت کی اشیاء و خدمات تیار کرتے ہیں۔ یہاں ہم سرمایہ داری اور اشتراکیت کے نظام معیشت کی خصوصیات بیان کرتے ہیں:

سرمایہ داری نظام (Capitalism):

اس سے مراد ایسا معاشی نظام ہے جس میں پیداواری ذرائع مثلاً زمینیں، کھیتیاں، کارخانے، دکانیں، کاروباری ادارے اور دیگر وسائل لوگوں کی اپنی اپنی نجی ملکیت ہوتے ہیں اور وہ انہیں مزید اشیاء پیدا کرنے اور آمدنی کمانے کے لئے استعمال کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ ایسے نظام میں اشیاء و خدمات کی رسد اور طلب کی قوتیں (Forces) آزادانہ کار فرما ہوتی ہیں، یعنی رسد و طلب کی باہمی آزادانہ قوتوں سے قیمتوں کا نظام قائم ہوتا ہے اور ہر شے کی قیمت کا تعین اسی نظام کے تحت منڈی میں ہوتا ہے۔ سرمایہ داری نظام کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"سرمایہ داری نظام سے مراد ہے 'معاشی تنظیم کا ایسا سسٹم' جس کی اہم خصوصیت ہے 'نجی ملکیت کا حق' نیز قدرت ساز (Nature-made) اور آدم ساز (Man-made) سرمائے کا 'نجی منافع' (Profit) کمانے کی خاطر استعمال۔"

معروف ماہر معاشیات پروفیسر سولسن نے اس کی تعریف یوں کی ہے:

"An economic system in which most property (land and capital) is privately owned. In such an economy, private markets are the primary vehicles used to allocate resources and generate incomes." (P.A.S)

اس وقت امریکہ، مغربی یورپ اور ایشیا کے بیشتر ملکوں میں سرمایہ داری نظام رائج ہے۔

سرمایہ داری نظام کی چند خصوصیات (Main Features) حسب ذیل ہیں:

1- نجی ملکیت کا حق اور وراثت کا نظام (Right of Private Property):

اس نظام کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ شہریوں کو نجی ملکیت رکھنے کا حق ہوتا ہے۔ زمینیں، باغات، فیکٹریاں، دکانیں، تجارتی ادارے، زمینیں اور پیداواری آلات لوگوں کی ذاتی ملکیت میں ہوتے ہیں اور وہ منافع کمانے یا آمدنی حاصل کرنے کی خاطر انہیں استعمال کرتے ہیں۔

2- کاروبار کرنے کی آزادی (Freedom of Enterprise):

اس نظام کے تحت ہر شہری روزی کمانے کے معاملے میں آزاد ہوتا ہے۔ یعنی قانون کے اندر وہ کروہ جو سارے کاروبار چاہے اختیار کر سکتا

ہے چنانچہ وہ اپنی نجی ملکیت کا بلیت 'ذاتی رجحان' سرمایاتی وسائل اور تجربہ و مشاہدہ کے پیش نظر جو سادہ پیشہ یا شعبہ چاہے منتخب کر سکتا ہے۔

3- قیمتوں کی میکانیت (Price Mechanism):

سرمایہ داری نظام میں قیمتوں کی میکانیت کو کجوری حیثیت (Pivotal Position) حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ سارا نظام اسی محور کے گرد گھومتا ہے۔ قیمتیں نہ صرف تاغلوں کی رہنمائی کرتی ہیں کہ کون کون سی اشیاء کتنی مقدار میں پیدا کی جائیں بلکہ خریداری کے وقت صارفین کی بھی رہنمائی کرتی ہیں۔ ہر شے کی قیمت اس کی طلب و رسد میں توازن سے متعین ہوتی ہے۔

4- نجی ملکیت کا لوجی کی دریافت:

اس نظام کے تحت تاغلیں زیادہ منافع کمانے کے لئے نجی ملکیت کا لوجی اختیار کرتے ہیں چنانچہ کئی ایجادیں ظہور پذیر ہوتی ہیں کارخانہ دار ایک سے ایک بڑھ کر اور مختلف النوع اشیاء پیدا کرنے کے لئے خطرات (Risks) مول لیتے ہیں۔ یہ ساری باتیں معاشی ترقی کے لئے سازگار عوامل ہیں۔

5- بچت اور سرمایہ کاری کا فروغ:

چونکہ اس نظام کے تحت سرمایہ دار صنعت کار زمیندار اور تاجر اس معاملہ میں آزاد ہوتے ہیں کہ وہ جس قدر چاہیں دولت کما لیں ان سے اپنا معیار زندگی بلند کرنے اور 'آسائش و پریشانی' زندگی بسر کرنے پر صرف کریں۔ چنانچہ لوگ اپنی آمدنیوں کا مستعمل حصہ پس انداز کرتے ہیں، بچائی ہوئی رقم کو دوبارہ صنعت و تجارت کے فروغ کے لئے سرمایہ کاری پر خرچ کرتے ہیں اور یوں ملک میں سرمایہ سازی بڑھتی جاتی ہے اور معاشی ترقی کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔

اس نظام میں کچھ خرابیاں بھی موجود ہیں جن کا ذکر ذیل میں کیا گیا ہے:

1- انسان پر سرمائے کو فوقیت دی جاتی ہے:

اس نظام میں ملکیتی حقوق اور دولت کو مرکز کی حیثیت حاصل ہے اس لئے انسانی حقوق کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ دولت مند طبقہ اپنی جائیدادوں، اثاثوں، کارخانوں اور کاروباری مفادات کو انسانی مفادات پر ترجیح دیتا ہے۔ اور صرف وہ کام کرتا ہے جس سے اس کا اپنا سرمایہ محفوظ و برقرار رہے خواہ اس کے تحفظ کے لئے انسانی حقوق و مفادات کو قربان ہی کرنا پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ ممالکوں اور مزدوروں میں تنازعات (Disputes) پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

ہے دل کے لئے موت مشینوں کی حکومت

احساس فردت کو کچل دیتے ہیں آلات

(علامہ اقبال)

2- مقابلہ اور اشتہار بازی پر بیجا خرچ:

اس نظام کے تحت مختلف تاغلیں ایک دوسرے کے مقابلے میں آکر اپنی اشیاء کی مقدار فروخت بڑھانے کے لئے اشتہار بازی پر بہت زیادہ خرچ کرتے ہیں جو انجام کار ضائع ہونے کے برابر ہے۔ کیونکہ اس سے اجتماعی طور پر قوم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اپنے مقابل آنے والے تاغلوں کو بازار سے ہٹا دینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا ہے۔

3- دولت کا ارتکاز (Concentration of Wealth):

اس نظام کے تحت مختلف سرمایہ دار اپنی دولت کے بل بوتے پر کاروبار کو وسیع سے وسیع تر کرتے جاتے ہیں حتیٰ کہ اپنے مقابل کے اوسط

درجہ ناموں کو بھگا کر خود اجارہ دارانہ حیثیت حاصل کر لیتے ہیں اور یوں دولت اور معاشی قوت چند ہاتھوں میں مرکوز ہو جاتی ہے بعض اوقات چند کارخانہ دار باہم مل کر بہت بڑا کاروباری ادارہ قائم کر کے اسے اجارہ داری (Monopoly) کی شکل دیتے ہیں اور یوں کاروباری دنیا کا توازن بگڑ جاتا ہے۔

4- معاشی اجارہ داروں کا عدم استحکام:

اس نظام کے تحت بے شمار آج اپنے اپنے طور پر پیدا کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں لہذا پیداوار میں اضافہ کا کام کسی باقاعدہ منصوبے کے تحت عمل میں نہیں آتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات پیداوار لوگوں کی مجموعی قوت خرید یا طلب سے بڑھ جاتی ہے اور اسٹاک بن سکے (Unsold) پڑے رہتے ہیں۔ چنانچہ قیمتیں گر جاتی ہیں "بے روزگاری" پھیلنے لگتی ہے اور معیشت بحران (Crisis) اور "مرد بازار" کا شکار ہو جاتی ہے۔

اشتراکی نظام (Socialism)

سوشلزم (اشتراکیت) کی تعریف (Definition) یوں کی گئی ہے:

"اس سے مراد ایسی تحریک ہے جس کا مقصد ہے تمام لذت ساز آدم شایاں سرمایہ (جو بڑے پیمانے پر چیزیں پیدا کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہیں) کی ملکیت اور انتظام افراد کی بجائے اجتماعی طور پر قوم کی قبیل میں دی جائیں تاکہ بڑھتی ہوئی قومی آمدنی "مساویانہ طور پر تقسیم کی جاسکے" لیکن اس سلسلے میں فرد کے معاشی محرک یا اس کی پیشہ ورانہ آزادی اور اشیائے صرف کرنے کے سلسلے میں انتخاب و پسند پر کوئی ضرب نہ لگے۔"

ایک اور ماہر معاشیات لکھتے ہیں کہ سوشلزم کے لوازمات میں یہ شامل ہے کہ تمام بڑی بڑی صنعتیں اور اراضی سرکاری یا اجتماعی ملکیت میں ہو اور انہیں شخصی طور پر منافع حاصل کرنے کی بجائے مشترکہ مفاد و بہبود کے لئے استعمال کیا جائے (اور یہ کام ایک قومی سطح کے منصوبے کے عین مطابق انجام دیا جائے) اسے مرکزی منضبط معیشت (Centrally Controlled Economy) بھی کہا جاتا ہے۔

اشتراکی نظام معیشت کی نمایاں خصوصیات حسب ذیل ہیں:

1- پیداواری ذرائع "اجتماعی ملکیت میں:

اس نظام کے تحت بڑے بڑے پیداواری ذرائع اور آلات پیداوار مثلاً کارخانے، صنعتیں، کاروبار، ٹیلیس اور دیگر معاشی وسائل وغیرہ نجی ملکیت سے نکال کر قومی قبیل میں لے لئے جاتے ہیں، گویا حکومت ہی ان کی مالک ہوتی ہے اسی کے زیر اختیار یہ استعمال کیے جاتے ہیں حکومت ہر شہری کو روزگار مہیا کرتی ہے اور ان تمام کارخانوں اور کاروباروں سے حاصل ہونے والے منافع جات سرکاری خزانے میں جاتے ہیں جہاں سے وہ پوری قوم کے فائدے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

2- ترقی کے یکساں مواقع (Equal Opportunities):

سوشلزم کے تحت ہر شخص کو زندگی میں ترقی کرنے کے یکساں مواقع مہیا کئے جاتے ہیں یعنی ہر نوجوان کو اپنے ذہنی، روحانی اور طبی میاں کے مطابق تعلیم و تربیت کی پوری سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں تاکہ وہ اپنی خفیہ صلاحیتوں اور ذہنی اہلیتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھا کر اپنی پسند اور ذوق کے مطابق جو پیشہ چاہے اختیار کر لے۔

3- معاشی ترقی (Economic Growth):

سوشلزم کے تحت معاشی ترقی کی رفتار تیز ہو جاتی ہے کیونکہ وسائل پیداوار سرکاری قبیل میں ہونے کے باعث "مؤثر منصوبہ بندی

ممكن ہو جاتی ہے تمام پیداواری ذرائع کو بہترین اور باارادہ طریقے سے استعمال کیا جاتا ہے۔

4- معاشرتی تحفظ (Social Security) کی ضمانت:

اس نظام کے تحت زندگی کی تنگیوں کو سبب حالات اور ناگوار حادثات کے پیش نظر لوگوں کو معاشرتی تحفظ مہیا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے مثلاً بیماری، بے روزگاری، معذوری اور حادثات سے ممکن حد تک بچاؤ کے لئے مالی امداد کی سہولتیں نافذ کی جاتی ہیں۔ سوشلزم کے مخالفین کے نزدیک اس نظام میں مندرجہ ذیل خرابیاں پائی جاتی ہیں:

1- معاشی آزادی کا خاتمہ:

اس نظام کے تحت جائیداد اور کاروباری آزادی ختم ہو جاتی ہے اور ہر فرد ایک اجتماعی نظام کا معمولی سا پڑہ بن کر رہ جاتا ہے اس کی خود بخبری اور شخصی وحدت پر کاری ضرب لگتی ہے۔ اس لئے انسان کا ذاتی تشخص ختم ہو جاتا ہے۔

2- کاروبار کے لئے سرکاری ناموزونیت:

معاشی جدوجہد، کاروبار اور صنعتی ترقی کے لئے جرأت، دلیری، وسیع تجربہ، خطرہ مول لینے کا جذبہ، ذمہ دارانہ رویہ، ہر وقت نگرانی اور مدبرانہ صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ تمام خوبیاں نجی طور پر صنعت کاروں، تاجروں اور کاروباری سرمایہ داروں میں ہوتی ہیں۔ ان کے برعکس تنخواہ دار افراد میں یہ خوبیاں نہیں ہوتیں اس لئے وہ تجارتی اور صنعتی سرگرمیاں صحیح انداز سے سرانجام نہیں دے سکتے۔

3- ذرائع کی تخصیص صحیح نہیں ہوتی:

سوشلزم کے تحت قومی ذرائع پیداوار کو مختلف مقاصد کے لئے استعمال کرنے کا کام ایک مرکزی اتھارٹی کرتی ہے جبکہ سرمایہ داری نظام کے تحت یہ کام صارفین کی پسند و ناپسند، قیمتوں کی میکانیت، اور محرک نفع سے طے پاتا ہے۔ لہذا تمام انسانی اور مادی ذرائع پیداوار اپنے بہترین مصرف میں استعمال ہوتے ہیں، کتنے مزدور کہاں کہاں اور کتنا سرمایہ کس کس کام میں استعمال ہونا چاہئے، کا فیصلہ خود بخود درسد و طلب کی آزادانہ کارفرما قوتوں سے ہو جاتا ہے جب کہ کسی ایک اتھارٹی یا مقتدرہ کے لئے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وسائل کے بہترین مصرف کے لئے جزئیاتی حد تک ایک صحیح ترین منصوبہ بنا سکے۔ لہذا سوشلزم کے تحت ذرائع کی تخصیص (Allocation) کا کام احسن طریقہ سے نہیں ہو پاتا۔

گزشتہ صفحات میں پہلے اسلام کا معاشی نظام اور پھر سرمایہ داری اور اشتراکی نظام معیشت کی خصوصیات کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی نظام معیشت کے سوا باقی نظام انسان کی معاشی ضروریات کو صحیح اور مکمل طور پر پوری کرنے میں ناکام رہے ہیں جبکہ اسلامی نظام عین فطری ہے۔ اور انسان کی ضروریات کو اطمینان بخش طریقے سے پوری کرنے کے علاوہ بہت سی خوبیوں کا حامل ہے جیسا کہ پچھلے باب میں بیان کیا جا چکا ہے۔ یہاں ہم پہلے اسلامی معاشی نظام اور سرمایہ داری نظام کا موازنہ اور اس کے بعد اسلامی معاشی نظام اور اشتراکیت کا موازنہ کر کے ثابت کرتے ہیں کہ اسلامی معاشی نظام ہی بہترین نظام ہے۔

اسلامی معاشی نظام اور سرمایہ داری نظام کا موازنہ:

ذیل میں دونوں نظامات کا موازنہ کیا گیا ہے:

1- شرعی حدود کی پابندی:

اسلامی معاشی نظام میں دولت کمائے اور خرچ کرنے کے سلسلہ میں اسلام کی پاکیزہ تعلیمات اور شرعی حدود و قیود کا لحاظ رکھا جاتا ہے، حلال و حرام میں تمیز کی جاتی ہے جائز و ناجائز کا پاس کیا جاتا ہے۔ دولت نہ تو ایسے کاموں اور مشاغل سے کمائی جاسکتی ہے جو اسلامی شریعت نے حرام قرار دیئے ہیں اور نہ حرام کاموں پر خرچ کی جاسکتی ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔ جبکہ سرمایہ داری نظام میں قانون کے اندر رہ کر ایسے تمام مشاغل اور سرگرمیاں (Activities) سے آمدنی کمائی جاسکتی ہے جو اخلاقی لحاظ سے ناجائز اور مکروہ ہوں لیکن ان

کے ملکی قوانین کی رو سے جائز ہوں۔ مثلاً شراب کی کثیر نقل و حمل اور فروخت سود گمارہا ہوا شکاری ڈرامے، قہیر، ڈانگ، اداکاری، شہر اور تاج گانے وغیرہ۔

2۔ معاشی سرگرمی کا بنیادی مقصد:

اسلامی معاشی نظام میں معاشی سرگرمی کی بنیاد صرف "محرک منافع" (Profit Motive) نہیں ہوتی اور نہ ہی اسے کلیہً آجروں کی آزادانہ سرگرمی کے نام پر کوہِ بے پرواہی سے سمجھا دیا جاتا ہے بلکہ اس میں مسلم معاشرہ کی اجتماعی بہبود اور معاشی خوشحالی کا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ جبکہ سرمایہ داری نظام میں تمام معاشی سرگرمی کا محور محرک "منافع" ہوتا ہے۔ چنانچہ سرمایہ داری نظام میں کئی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ مثلاً: اجتماعی مفاد پر ذاتی مفاد اور معاشی فائدہ کی ترجیح۔ اس لئے معاشرہ میں باہمی اخوت، رواداری، اجتماعی فلاح و بہبود اور مرد و عورت جیسی اقدار فروغ نہیں پاتیں بلکہ معاشرہ و اقتصاد خود غرضی اور مفادات کے ٹکراؤ کا نمونہ پیش کرتا ہے۔

3۔ زرعی وسیع گردش:

اسلامی معاشی نظام میں زرعی وسیع گردش کے باعث دولت معاشرہ کے تمام طبقوں کے مابین گردش کرتی رہتی ہے کیونکہ صاحب نصاب افراد خود بخود ہر سال اپنی دولت کا پانچواں حصہ نکال کر بیت المال میں جمع کراتے رہتے ہیں جو تحقیق میں تقسیم ہوتی رہتی ہے۔ اور یوں نہ صرف امراء اور غریبوں کا درمیانی فرق (Disparity) کم ہوتا رہتا ہے بلکہ پچھلا طبقہ بھی دولت اپنی ضروریات کی اشیاء پر خرچ کر کے دوبارہ پیدا کاروں (Producers) کو ملتا دیتا ہے جس سے زرعی گردش تیز ہو جانے سے ملک کی معاشی تہمتاری اور صنعتی ترقی کی رفتار بڑھ جاتی ہے جبکہ سرمایہ داری نظام میں امیر لوگ دولت جمع کرتے جاتے ہیں اور پھر اسے پیش و عشرت میں اڑاتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو مملوک الیال طبقہ کی معاشی کنکالت کا ذمہ دار نہیں سمجھتے اس طرح غریب کی قوت خرید کم ہو جانے اور ملک میں پیدا کردہ اشیاء کی طلب گھٹ جانے سے سرد بازار (Slump) کا خدشہ پیدا ہو جاتا ہے جس سے معاشی ترقی کی رفتار سست پڑ جاتی ہے۔

4۔ غیر سودی معیشت:

اسلامی معاشی نظام سود سے بالکل پاک ہوتا ہے جبکہ سود بے شمار معاشی خرابیوں کی جڑ ہے مثلاً: امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا جاتا ہے۔ ارتکاز دولت، کمزور کا استحصال، طبقاتی تقسیم، سرد بازار، اور بے روزگاری، فضول خرچی، اسراف، تماشائی دولت جمع کرنے کی حرص، بکل، سنگدلی بے مردنی وغیرہ۔ سود کھاتے رہنے سے سود خور کی روح مر جاتی ہے دل ایٹھ اور پتھر کی طرح سخت ہو جاتا ہے اور وہ انسان ہو کر بھی ایک درندہ بن جاتا ہے اگرچہ اس کے درندوں جیسے دانت نہیں ہوتے۔

ان کے مقابلہ میں اسلامی معیشت سود کی ان خرابیوں سے بالکل پاک ہوتی ہے۔ بلکہ سود کے بجائے صدقات اور قرض حسن کی ترغیب دی جاتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ خوب ثواب و جزا اور بڑھوتری عطا فرماتا ہے جبکہ غیر اسلامی معاشی نظاموں میں سود کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے جس کے باعث وہ تمام خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں جن کا پیچھے ذکر کیا گیا ہے۔

5۔ استحصال سے پاک:

نظام کمزوروں کے استحصال سے پاک معاشرہ ہوتا ہے بلکہ جذبہ احسان کے تحت کارندوں کو ان کے حق سے زیادہ دینے کی تعلیم و ہدایت دی گئی ہے۔ نیز صدقہ، خیرات، انفاق، فی سبیل اللہ اور قرض حسن جیسے اسلامی ادارے باہمی ہمدردی، خیر خواہی اور فی سبیل اللہ رسانی کے جذبات کو فروغ دیتے ہیں اور کوئی طاقتور کمزور کا استحصال نہیں کرتا بلکہ گزرے ہوئے اور پے ہوئے لوگوں کو ادھر ادھار کی کوشش کی جاتی ہے کیونکہ اسلامی نظام حیات میں تنگی اس وقت تک ہوئی نہیں سکتی جب تک کوئی شخص اپنی پسندیدہ شے اپنے بھائی کے فائدے کے لیے خرچ نہ کرے۔ جبکہ سرمایہ داری نظام میں سرمایہ دار تاجر، صنعتکار، زمیندار اور پیدا کار زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کی دھن میں مست ہوتے ہیں اور

صارفین یا کم آمدنی والے طبقہ کے مفاد کو پیش نظر نہیں رکھتے بلکہ اپنے زیر دستوں کا استحصال (Exploitation) کرتے ہیں۔

6۔ اخلاقی اقدار کا فروغ:

اسلامی نظام حیات میں انسانی زندگی کو ایک وحدت تصور کیا جاتا ہے اس لئے پوری کی پوری زندگی کی ہر پہلو صلاح و فلاح کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ اسلامی معاشی نظام میں معاشی ترقی و خوشحالی، عدل، اجتماعی اور فلاح و بہبود کے دوش بدوش اخلاقی اقدار کو بھی فروغ حاصل ہوتا ہے جبکہ غیر اسلامی نظاموں میں زندگی ایک وحدت نہیں سمجھی جاتی بلکہ اسے الگ الگ حصوں اور شعبوں میں تقسیم کیا جاتا ہے لہذا معاشی اقدار کے لیے اخلاقی اقدار کی پابندی لازم نہیں سمجھی جاتی جس کے باعث معاشرتی، اصلاحی اور اخلاقی اقدار کو فروغ حاصل نہیں ہوتا۔

7۔ اقتصادی و اخلاقی خرابیوں سے بچاؤ:

اسلامی معاشی نظام کی برکت سے بعض بنیادی معاشرتی و اخلاقی خرابیوں سے بچاؤ رہتا ہے۔ مثلاً: دولت سیٹھنے کی حرص، اکتناؤ یعنی دولت جمع کرتے چلے جانا، اجارہ داریاں قائم کرنا، دوسروں کا استحصال، کمزوروں کی کمزوری اور مزدوروں کی کمزور قوت سودا گاری سے ناجائز فائدہ اٹھانا، سودی معیشت، وسیع طبقاتی تقسیم، دولت کا ارتکاز، باہمی نفرت و عداوت، تصادم اور کشش وغیرہ۔ اسلامی نظام میں یہ باتیں پیدا نہیں ہوتیں جبکہ غیر اسلامی معاشی نظاموں میں یہ خرابیاں عام و عام کیے میں آتی ہیں: دولت کی غیر مساویانہ تقسیم، دولت کا ارتکاز، کمزوروں کی کمزوری، کمزور کا استحصال، لوٹ کھسوٹ، ذخیرہ اندوزی، چور بازاری، نفع اندوزی، ملامت، افراط و زرا، اجارہ داریوں کا قیام، سودی کاروبار، کم وسیلہ لوگوں کی بے بسی سے ناجائز فائدہ اٹھانا، بے مردنی اور سنگدلی وغیرہ۔

اسلامی نظام معیشت اور اشتراکی معاشی نظام کا موازنہ (Comparison):

دین اسلام لازم قرار دیتا ہے کہ انسان پوری زندگی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں گزارے اور تمام پہلوؤں یعنی معاشی، معاشرتی، سیاسی، تہذیبی، اخلاقی، زخوں کو دینی ضابطوں میں ڈھالے جبکہ اشتراکیت میں مذہب کا تصور نہیں بلکہ وہ صرف معاشی اور مادی پہلوؤں کو سنوارنے پر زور دیتا ہے۔ اسلامی اور اشتراکی نظام معیشت کے اہم گوشوں کا موازنہ ذیل میں کیا گیا ہے:

1۔ پیداواری ذرائع کی ملکیت کا مسئلہ:

اسلام انفرادی طور پر وسائل پیداوار اور دیگر ساز و سامان کے بارے میں لوگوں کو نجی ملکیت کا حق دیتا ہے (جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بیان کیا گیا ہے) لیکن اس کے برعکس نظام اشتراکیت کے تحت نجی ملکیت کے بجائے ملک کے تمام وسائل پیداوار حکومت کی ملکیت میں ہوتے ہیں اور سرکاری پروگرام کے تحت عوام کو اشیاء و خدمات سے حصہ ملتا ہے۔

2۔ معاشی آزادی کا مسئلہ:

سوشلزم کے تحت نجی جائیداد رکھنے اور کاروبار کی آزادی ختم ہو جاتی ہے اور ہر فرد ایک اجتماعی نظام کا معمولی سا پرزہ بن کر رہ جاتا ہے۔ یوں اس کی خود مختاری باقی نہیں رہتی چنانچہ اس کے اندر محنت کر کے آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے جبکہ اسلامی نظام معیشت کے تحت ہر شخص کو اپنے ذاتی معاشی ذرائع اور وسائل سے اسلامی شریعت کی حدود میں رہ کر حسب ذوق محنت کر کے اپنی آمدنی بڑھانے کی اجازت ہوتی ہے جس کے باعث معیشت مجموعی طور پر ترقی کرتی ہے۔

3۔ معاشی مساوات کا مسئلہ:

اسلام عدل و انصاف اور انسانی حقوق کی مساوات کا علمبردار ہے لیکن چونکہ سب افراد کی جسمانی، ذہنی اور علمی صلاحیت فطری طور پر برابر نہیں ہے اس لئے ان کی آمدنی اور دولت میں بھی فرق ہوتا ہے۔ لیکن اشتراکی نظام معیشت تمام وسائل کو سرکاری ملکیت قرار دے کر آمدنی اور پیداوار کی لوگوں میں مساوی تقسیم کا اصول اختیار کرتا ہے جو کہ فطری تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ تاہم اشتراکی نظام کے تحت غیر معمولی

طور پر امیر کبیر خانہ دار اور دوسری طرف نہایت غریب اور محتاج لوگ نہیں ہوتے۔

4- اجتماعی معاشی بہبود کا مسئلہ:

سوشلزم کے تحت تمام لوگوں کو مفت تعلیم، طبی امداد، آسائشات، زندگی، سوشل سیکورٹی، نظامی خدمات اور کم سے کم معیار زندگی کی سرکاری سطح پر ضمانت دی جاتی ہے۔ جبکہ دین اسلام معاشرہ کے غریب افراد کی مالی امداد و کفالت کے لئے اول امرہ کی کمائی میں حصہ مقرر کرتا ہے کیونکہ تمام اہل ثروت پر لازم ہے کہ وہ ”کوۃ“، ”عشر“، ”فطرانہ“، صدقات، خیرات وغیرہ کی شکل میں مفلس بھائیوں کی کفالت کریں اور دوم خود حکومت پر واجب قرار دیتا ہے کہ بیت المال (یعنی سرکاری خزانے) سے یتیموں، یتیم خانوں، معذوروں، بے روزگاروں اور دیگر محتاجوں کی ضروریات پوری کرے۔

5- نظریہ حیات:

اسلام ایک مکمل اور جامع دین ہے اس لئے یہ زندگی کے مذہبی، اخلاقی، معاشی، سیاسی، معاشرتی، تہذیبی غرض تمام پہلوؤں کے بارے میں رہنمائی کرتا ہے اور دنیا و آخرت میں کامیابی کے لئے اصول و ضوابط بتاتا ہے لہذا اسلام کا معاشی نظام بھی دینی اقدار (Values) کو پیش نظر رکھتا ہے جبکہ اشتراکی نظام صرف معاشی ترقی اور خوشحالی کو ہی مقصد قرار دیتا ہے۔

اسلام کا معاشی نظام سب سے بہتر ہے

اسلام کا معاشی نظام اس معاشرتی نظام کا ایک حصہ ہے جو قرآن مجید کی اخلاقی اور روحانی تعلیمات پر مبنی ہے جس میں انسان کو اپنے اندر نہایت پاکیزہ خصائل پیدا کرنے کی تلقین کی گئی ہے اسے خود غرضی کے بجائے ایم زکوات کسوت کے بجائے ہمدردی، بھلے کے بجائے فیاضی، استحصال کے بجائے شفقت، حرام کے بجائے حلال، دھوکہ بازی کے بجائے راست بازی، تکبر کے بجائے بجز، نفرت کے بجائے محبت، حد کے بجائے اخوت، طبقاتی تقسیم کے بجائے مساوات اور ظلم کے بجائے عدل کی تعلیم دی گئی ہے۔

جس معاشرہ میں مذکور بالا اوصاف کے حامل افراد موجود ہوں ان کے معاشی نظام میں وہ خرابیاں کبھی پیدا نہیں ہو سکتیں جو سرمایہ داری یا اشتراکی نظام میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسلام کے معاشی نظام میں دولت کی تقسیم میں بے اعتدالی اور ناہمواری پیدا نہیں ہو سکتی۔ طبقاتی درجہ بندی اور کشمکش کا نشان نہیں ملتا، کارخانہ داروں اور مزدوروں میں کھچاؤ پیدا نہیں ہوتا، تجارت میں دھوکا اور خیانت نہیں ہوتی، بیروزگاروں، حاجت مندوں، یتیموں، ناداروں، بے سہاروں کے گرد و گرد نظر نہیں آتے کیونکہ ہر صاحب استطاعت کے مال پر ان کا حق ہوتا ہے۔ غرض اسلام کا معاشی نظام بہترین معاشی نظام ہے جو ان تمام برائیوں سے پاک ہے جو دنیا میں اپنائے گئے مختلف نظاموں مثلاً کپٹلزم، سوشلزم اور کمیونزم وغیرہ میں پائے جاتے ہیں اور اسلام کے معاشی نظام میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو انسان کو مطمئن، خوش حال اور ترقی پذیر زندگی بسر کرنے کی ضمانت دیتی ہیں۔

اسلام صرف مذہب نہیں ہے، یعنی محض عقائد اور عبادات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک دین ہے، یعنی پوری انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات۔ یہ اپنی بنیادوں کے لئے انسانوں کے وضع کردہ مختلف سیاسی، معاشی اور سماجی نظاموں اور نظریات کا پابند نہیں ہے بلکہ انسان کے خالق اور زمین و آسمان کے مالک اللہ تعالیٰ کا وضع کردہ اور عطا کردہ نظام زندگی ہے۔ نہ تو اسلامی نظام حیات کے ساتھ کسی دوسرے نظام کا پیوند لگایا جاسکتا ہے اور نہ دوسرے نظاموں کی موجودگی میں اسلام کو جزوی طور پر نافذ کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح اسلام کا دیا ہوا معاشی نظام خود ایک الگ مکمل نظام ہے اور دوسرے تمام نظاموں سے بہتر و برتر ہے۔ اس کا اندازہ یوں ہوتا ہے کہ اسلامی معاشی نظام صرف انسان کی معاشی اور مادی فلاح و بہبود کو ہی پیش نظر نہیں رکھتا بلکہ اس کی اخلاقی اصلاح اور روحانی ترقی کو اولیت دیتا ہے۔ یہ ایسا نظام پیش کرتا

ہے جس میں انفرادی اور معاشرتی سطح پر اعلیٰ اخلاقی قدروں کو فروغ حاصل ہوا انسانی ہمدردی اور خیر خواہی کا پورا پورا لحاظ کیا جاتا ہو دولت سمانے اور دولت خرچ کرنے کے سلسلے میں حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تیز رواری جاتی ہو سادگی، کفایت، شعاری اور ایمان کو مد نظر رکھا جاتا ہو نیز شرف انسانی، عزت نفس اور احترام و کرام کا خیال کیا جاتا ہو۔ کمزوروں، محتاجوں، معذوروں، یتیموں، یتیم خانوں، مسافروں، یتیموں، بے روزگاروں اور یتیموں کی حاجات اور ضروریات کی کفالت کو اجتماعی ذمہ داری قرار دیا جاتا ہو۔ صرف مالی منفعت کو پیش نظر نہ رکھا جاتا ہو دوسری طرف سرمایہ داری نظام میں تمام معاشی جدوجہد کی بنیاد صرف ”محرم نفع“ ہے۔ اور اس میں انسان کی اخلاقی فلاح و بہبود اور روحانی بالیدگی کا خیال رکھنا لازمی نہیں بلکہ اس نظام میں یہ خرابیاں عام نظر آتی ہیں۔ کمزوروں کا استحصال، دولت و آمدنی کا ارتکاب، وسیع طبقاتی تقسیم اور پریش رہن سہن کے ساتھ ساتھ فاقہ مست لوگوں کے گرد و فصول خرچی اور اسراف، بخل اور زراعت و زری، لالہ اور اشیاء کی ذخیرہ اندوزی اور چور بازاری وغیرہ۔ اشتراکی نظام میں ذاتی ملکیت کا تصور موجود نہیں۔ یہ بھی اسلام کے خلاف ہے اور سب لوگوں کو زبردستی اور بے جبر واکراہ ایک ہی معیار پر قائم رکھنا خلاف فطرت ہے۔ غرض اسلام کا معاشی نظام سرمایہ داری اور سوشلزم سے ہر لحاظ سے بہتر ہے۔ اس سلسلہ میں مختلف نظاموں کے چیدہ چیدہ خدوخال کے مطالعہ سے فرق مکمل کر سائے آ جاتا ہے۔ جو متعلقہ ابواب میں درج کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پاکستان میں اسلامی نظام برپا کرنے کی توفیق دے آمین!



ماڈل پرچہ سوالات

انشائیہ (Subjective) حصہ اول (Section I)

سوال نمبر 1۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

1۔ معاشی نظام سے کیا مراد ہے؟
جواب: "معاشی نظام سے مراد ایسی تنظیم ہے جس میں کسی بھی ملک کے تمام ذرائع کو استعمال کر کے ضروریات زندگی کے مطابق اشیائے اور خدمات تیار کی جاتی ہیں"

2۔ چار اہم معاشی نظاموں کے نام تحریر کریں؟

جواب: (i) سرمایہ داری نظام (ii) اشتراکی یا سرکاری اختیارات کا نظام

(iii) اسلامی معاشی نظام (iv) عدم مداخلت یا آزاد کاروبار کا نظام

3۔ سرمایہ داری نظام کی تعریف کریں؟

جواب: "سرمایہ داری نظام سے مراد ہے معاشی تنظیم کا ایسا سسٹم جسکی اہم خصوصیت ہے، نجی ملکیت کا حق، نیز قدرت ساز اور آدم ساز سرمائے کو نجی منافع کی خاطر استعمال کیا جائے۔"

4۔ سرمایہ داری نظام کی چار خصوصیات تحریر کریں؟

جواب: (i) نجی ملکیت کا حق اور دراخت کا نظام (ii) کاروبار کرنے کی آزادی

(iii) نجی ملکیت والوں کی دریافت (iv) بچت اور سرمایہ کاری کا فروغ

5۔ سرمایہ داری نظام کی چار خامیاں بیان کریں؟

جواب: (i) انسان پر سرمائے کو کویت دی جاتی ہے (ii) مقابلہ اور اشتہار بازی پر بیجا خرچ

(iii) دولت کا ارتکاز (iv) معاشی اتار چڑھاؤ اور عدم استحکام

6۔ اشتراکی یا سرکاری اختیارات کے نظام کی تعریف کریں؟

جواب: "اس سے مراد ایسی تحریک ہے جسکا مقصد ہے تمام قدرت ساز اور آدم ساز اشیائے سرمایہ (جو بڑے پیمانے پر چیزیں پیدا کرنے میں استعمال ہوتی ہے) کی ملکیت اور انتظام افراد کی بجائے اجتماعی طور پر قوم کی تحویل میں دی جائیں تاکہ بڑھتی ہوئی قومی آمدنی مساویانہ طور پر تقسیم کی جاسکے لیکن اس سلسلے میں فرد کے معاشی محرک یا اسکی پیشہ ورانہ آزادی اور اشیائے مصرف کرنے کے سلسلے میں انتخاب و پسند پر کوئی ضرب نہ لگے۔"

7۔ اشتراکی نظام کی چار خصوصیات کے نام لکھیے؟

جواب: (i) پیداواری ذرائع، اجتماعی ملکیت کے (ii) ترقی کے یکساں مواقع

(iii) معاشی ترقی (iv) معاشرتی تحفظ

8۔ اشتراکی نظام کی چار خامیاں تحریر کریں؟

جواب: (i) معاشی آزادی کا خاتمہ (ii) کاروباری کیلئے سرکاری ناموزونیت

(iii) ذرائع کی تخصیص صحیح نہیں ہوتی۔

9۔ اسلامی معاشی نظام کی تعریف کریں؟

جواب: ایسا معاشی نظام جو اسلامی اصولوں پر مبنی ہو۔ اسلامی معاشی نظام میں سود کی مخالفت ہے جبکہ نجی جائیداد اور جائز منافع پر کوئی پابندی نہیں۔

10۔ اسلامی معاشی نظام کی چار خصوصیات کے نام تحریر کریں؟

جواب: (i) شرعی حدود کی پابندی (ii) زرعی وسیع گردش

(iii) غیر سودی معیشت (iv) استحصال سے پاک

11۔ عدم مداخلت نظام کی تعریف کریں؟

جواب: ایسا معاشی نظام جس میں عام افراد کو مکمل کاروباری آزادی حاصل ہو اور حکومت معاشی معاملات میں کوئی دخل نہ دے۔

حصہ دوم (Section II)

سوال نمبر 2۔ درج ذیل سوالات کے مفصل جوابات تحریر کریں:

(i) سرمایہ دارانہ معاشی نظام کی خصوصیات بیان کریں۔ (میر پور آزاد کشمیر بورڈ 2010، ملتان بورڈ 2011ء)

(ii) سرمایہ داری نظام (Capitalism) کی خامیاں بیان کیجیے۔

(iii) سوشلزم کی خامیاں لکھیے۔

(iv) اسلام کے معاشی نظام کی اہم خصوصیات بیان کیجیے۔ (ملتان بورڈ 2009ء، بہاولپور بورڈ 2010ء، میر پور آزاد کشمیر بورڈ 2009ء)

(v) اسلامی معاشی نظام میں ارتکاز دولت (Concentration of Wealth) کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اس پر نوٹ لکھیں؟

(vi) اسلامی معاشی نظام اور سرمایہ دارانہ نظام کا موازنہ پیش کیجیے۔

(vii) زکوٰۃ کی معاشی اہمیت واضح کریں۔

معروضی (Objective)

سوال نمبر 3۔ ہر سوال کے ایک سے زیادہ جوابات دیے گئے ہیں۔ ان میں سے درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے۔
1۔ عشر اس پر لاگو ہوتا ہے:

(A) مال تجارت (B) زرعی پیداوار ✓ (C) صنعتی پیداوار (D) برآمدات

2۔ پاکستان میں یہ معاشی نظام رائج ہے:

(A) اسلامی معاشی نظام (B) اشتراکی نظام (C) سرمایہ دارانہ نظام ✓ (D) سوشلزم

3۔ سوشلزم میں بنیادی فیصلے کون کرتا ہے:

(A) عوام (B) حکومت ✓ (C) سرمایہ دارانہ نظام (D) سوشلزم

4۔ پاکستان میں دولت کی تقسیم ایسی ہے:

(A) مساویانہ (B) غیر مساویانہ ✓ (C) طلب و رسد (D) منصفانہ

5۔ غیر سودی معیشت میں روزگاری مواقع:

(A) بڑھتے ہیں ✓ (B) نہیں بڑھتے (C) منصفانہ (D) ترقی پسندانہ

(A) بڑھتے ہیں ✓ (B) نہیں بڑھتے (C) جوں کے توں رہتے ہیں (D) ترقی پسندانہ

- 6- پاکستان میں نفع نقصان شراکتی کھاتے (PLS) اکاؤنٹ کا نظام اس سال شروع ہوا:
(A) 1980ء ✓ (B) 1981ء (C) 1982ء (D) 1983ء
- 7- فضول خرچی سے مراد ہے:
(A) زائد از ضرورت خرچ ✓ (B) قیموں کی امداد (C) معاشرتی بہبود کے کاموں پر خرچ
- 8- سوشلزم میں پیداواری ذرائع ہیں:
(A) نجی ملکیت (B) اجتماعی ملکیت ✓ (C) سرکاری و ذراء کی ملکیت
- 9- اسلام زور دیتا ہے:
(A) مطلق مساوات (Absolute Equality) (B) عدم مساوات (Inequality) (C) فطری مساوات (Natural Equality) ✓ (D) غیر فطری مساوات (Unnatural Equality) پر
- 10- آزاد تجارت کا حامی:
(A) سوشلزم (B) سرمایہ دارانہ نظام ✓ (D) ان میں سے کوئی نہیں
- 11- کن نظام معیشت میں سودی نظام کو مرکزی حیثیت حاصل ہے:
(A) اسلامی (B) سرمایہ دارانہ ✓ (C) اشتراکی (D) مخلوط
- 12- اشتراکی نظام معیشت کا تصور کس نے پیش کیا:
(A) ماتھس (B) سکنز (C) ریکارڈو (D) کارل مارکس ✓
- 13- W.T.O کا قیام کب عمل میں آیا:
(A) 1948ء (B) 1995ء ✓ (C) 2003ء (D) 2004ء
- 14- نفع و نقصان میں شراکت کا اصول کس معاشی نظام کا وصف ہے؟
(A) اسلامی معاشی نظام ✓ (B) مخلوط معاشی نظام (C) سرمایہ دارانہ نظام (D) اشتراکی نظام



ضمیمہ

حالیہ بجٹ برائے مالی سال 2018-19

پرچہ جات

خلاصہ بجٹ برائے مالی سال 2018-19

- 1- بجٹ 2018-19 کا کل حجم 5932.5 بلین روپیہ ہے۔ یہ بجٹ سابقہ مالی سال سے 16.2 فیصد زیادہ ہے۔
- 2- خالص حاصل کا اندازہ 3070.4 بلین روپیہ لگایا گیا ہے، جو کہ پچھلے مالی سال سے 4.9 فیصد زیادہ ہے۔
- 3- وفاقی ٹیکسوں میں صوبوں کے حصے کا تخمینہ 2590.1 بلین روپیہ ہے، جو کہ پچھلے سال سے 8.6 فیصد زیادہ ہے۔
- 4- خالص سرمایہ یاتی وصولیوں کا اندازہ 443.1 بلین روپیہ ہے، جو کہ پچھلے مالی سال سے 19.8 فیصد کم ہے۔
- 5- بیرونی وصولیوں کا تخمینہ 1118 بلین روپیہ ہے، جو کہ سابقہ مالی سال سے 33.4 فیصد زیادہ ہے۔
- 6- مجموعی اخراجات کا تخمینہ 5932.5 بلین روپیہ ہے، جس میں سے 4780.4 بلین روپیہ غیر ترقیاتی جبکہ 1152.1 بلین روپیہ ترقیاتی اخراجات ہوں گے۔
- 7- اس طرح غیر ترقیاتی اور ترقیاتی اخراجات کی شرح بالترتیب 80.4 فیصد اور 19.4 فیصد ہوگی۔
- 8- غیر ترقیاتی اخراجات میں سے 3340.4 بلین روپیہ جزل پبلک سروسز پر خرچ ہوں گے۔
- 9- پبلک سیکٹر ڈیولپمنٹ (PSDP) کے علاوہ ترقیاتی خرچہ 180.2 بلین روپیہ ہوگا، جو کہ پچھلے سال سے 18.4 فیصد زیادہ ہے۔
- 10- PSDP کا حجم 1650 بلین روپیہ ہے، جس میں سے 850 بلین روپیہ صوبوں میں تقسیم کیے جائیں گے۔
- 11- اخراجات کو پورا کرنے کے لیے 4917.2 بلین روپیہ دستیاب ہوں گے جبکہ 1015.3 بلین روپیہ کابینوں سے قرض لیا جائے گا۔

BUDGET AT A GLANCE FOR THE FISCAL YEAR 2018-19

(Rs. in Billion)

RECEIPTS		EXPENDITURE	
TAX REVENUE	4,888.6	A. CURRENT	4,178.6
- FBR Taxes	4,435.0	Interest Payments	1,620.2
- Other Taxes	453.6	Pension	342.0
- NON-TAX REVENUE	771.9	Defence Affairs & Services	1,100.3
(a) Gross Revenue Receipts	5,660.5	Grants and Transfers	477.9
(b) Less Provincial Share	2,590.1	Subsidies	174.7
I. Net Revenue Receipts (a-b)	3,070.4	Running of Civil Govt.	463.4
II. Capital Receipts (Non-Bank)	532.8		
III. External Receipts (net)	342.1	B. DEVELOPMENT	1,067.6
IV. Estimated Provincial Surplus	285.6	Federal PSDP	800.0
V. Bank Borrowing	1,015.3	Net Lending	87.4
VI. Privatization Proceeds	0.0	Other Dev. Expenditure	180.2
TOTAL RESOURCES (I to VI)	5,246.2	TOTAL EXPENDITURE (A+B)	5,246.2



معاشیات انٹری پارٹ-II (2018)

پرچہ-II

(معروضی طرز)

- 1- نظریہ مقدار زر کا فارمولہ پیش کیا:

(A) ٹازگ	(B) فشر	(C) مارشل	(D) رابنز
----------	---------	-----------	-----------
- 2- ٹیکس عائد کرنے کے اصول پہلے پیش کیے:

(A) ایڈم سمٹھ	(B) مارشل	(C) مالتھس	(D) ریکارڈو
---------------	-----------	------------	-------------
- 3- پاکستان کا مالی سال ختم ہوتا ہے:

(A) 20 مارچ	(B) 25 اپریل	(C) 30 مئی	(D) 30 جون
-------------	--------------	------------	------------
- 4- قومی بچت کا مرکز ہوتا ہے:

(A) امداد یا بھی کابینک	(B) بچت کابینک	(C) زر مبادلہ کابینک	(D) تجارتی بینک
-------------------------	----------------	----------------------	-----------------
- 5- بارڈر سسٹم میں مشکل ہے:

(A) اشیاء کی فراوانی	(B) اشیاء میں دو طرفہ عدم مطابقت	(C) زبان کا فرق	(D) پیشوں میں فرق
----------------------	----------------------------------	-----------------	-------------------
- 6- بے روزگاری الاؤنس ہے:

(A) انتقالی ادائیگی	(B) خالص قومی پیداوار	(C) خام قومی پیداوار	(D) قومی آمدنی
---------------------	-----------------------	----------------------	----------------
- 7- نفع و نقصان شراکتی کھاتوں (PLS) کا اجراء ہوا:

(A) بھٹو دور میں	(B) ایوب دور میں	(C) ضیاء الحق دور میں	(D) پرویز مشرف دور میں
------------------	------------------	-----------------------	------------------------
- 8- نظریہ تقابلی مصارف کی بنیاد رکھی گئی:

(A) قانون طالب پر	(B) قانون رسد پر	(C) قدر کے نظریہ محنت پر	(D) قانون استبدال پر
-------------------	------------------	--------------------------	----------------------
- 9- ڈبلیو ٹی او (WTO) قائم ہوئی:

(A) 1980	(B) 1945	(C) 1995	(D) 1990
----------	----------	----------	----------
- 10- قومی آمدنی کی متوازن سطح ہے:

(A) صرف = بچت	(B) صرف = سرمایہ کاری	(C) آمدنی = سرمایہ کاری	(D) بچت = سرمایہ کاری
---------------	-----------------------	-------------------------	-----------------------

- 11- تشکیل سرمایہ کی رفتار تیز کرنے کے لیے:
- (A) بچتوں میں اضافہ (B) ٹیکس میں اضافہ (C) قرضوں میں اضافہ (D) ضرر فی خرچ میں اضافہ
- 12- پاکستان میں آگ ٹیکس ہے:
- (A) متاسب ٹیکس (B) بالواسطہ ٹیکس (C) مستزاد ٹیکس (D) تنزیلی ٹیکس
- 13- معاشی ترقی ہے:
- (A) ذرائع نقل و حمل کی ترقی (B) زرعی پیداوار میں اضافہ (C) حقیقی قومی آمدنی میں اضافہ (D) صنعتی پیداوار میں اضافہ
- 14- نیٹ بینک آف پاکستان کا افتتاح کیا:
- (A) ملک فیروز خان (B) لیاقت علی خان (C) قائد اعظم (D) چودھری محمد علی
- 15- پاکستان معاشی لحاظ سے شامل ہوتا ہے:
- (A) پس ماندہ ممالک میں (B) صنعتی ممالک میں (C) ترقی یافتہ ممالک میں (D) ترقی پذیر ممالک میں
- 16- اللہ کا دوست ہوتا ہے:
- (A) مزدور (B) سرمایہ دار (C) امیر آدمی (D) ڈاکٹر
- 17- پاکستان میں قومیا نے کی پالیسی اختیار کی گئی:
- (A) 1957 (B) 1961 (C) 1972 (D) 1999
- 18- نقل و حمل کے جدید ذرائع میں شامل ہے:
- (A) موٹر وے (B) کشتی رانی (C) فون (D) انٹرنیٹ
- 19- ای سی او (E.C.O) سے مراد:
- (A) علاقائی تعاون برائے ترقی (B) برآمد کنندگان کا ادارہ (C) معاشی تعاون کی تنظیم (D) اوپیک
- 20- معاشی منصوبہ بندی ہے:
- (A) صنعتی ترقی کے منصوبے (B) آبادی میں اضافہ (C) عرصہ طویل میں حقیقی آمدنی میں اضافہ (D) زرعی پیداوار میں اضافہ

(انشائیہ طرز)

(حصہ اول)

- 2- کوئی سے آٹھ (8) سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:
- (i) خام ٹیکس پیداوار کی تعریف بیان کیجیے۔
- (ii) ختم میلان صرف کی تعریف کیجیے۔
- (iii) سرمایہ کاری سے کیا مراد ہے؟
- (iv) شخصی آمدنی کی تعریف کیجیے۔
- (v) قرضہ زر سے کیا مراد ہے؟
- (vi) کریڈٹ کارڈ کیا ہے؟
- (vii) نشان زدہ چیک سے کیا مراد ہے؟
- (viii) کاغذی زر سے کیا مراد ہے؟
- (ix) زرعی بینک کی تعریف کیجیے۔
- (x) طلبی امانتوں سے کیا مراد ہے؟
- (xi) قرض حسنہ کی تعریف کیجیے۔
- (xii) تجارتی بینک کے چار فرائض تحریر کیجیے۔
- 3- کوئی سے آٹھ (8) سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:
- (i) بجٹ سے کیا مراد ہے؟
- (ii) تائمن کی پالیسی سے کیا مراد ہے؟
- (iii) سرکاری اور نجی مالیات میں فرق بیان کیجیے۔
- (iv) براہ راست ٹیکس سے کیا مراد ہے؟
- (v) تجارت میں لفظ تخصیص کار سے کیا مراد ہے؟
- (vi) حساب رواں اور حساب سرمایہ میں فرق بیان کیجیے۔
- (vii) بلا معاوضہ خدمات سے کیا مراد ہے؟
- (viii) ملکی منتشل کار پوریشنز سے کیا مراد ہے؟
- (ix) پاکستان کی چار اہم درآمدات تحریر کیجیے۔

- (x) محنت کی پست استعداد کار سے کیا مراد ہے؟
(xi) فی کس آمدنی پست ہونے کی چار وجوہات تحریر کیجیے۔
(xii) مشارکتی تعریف کیجیے۔
4- کوئی سے نو (9) سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:
(i) پاکستان کو ترقی پذیر ملک کیوں کہتے ہیں؟
(ii) پاکستان کے زرعی شعبے کے چار مسائل تحریر کیجیے۔
(iii) سیم وٹوری کی تعریف کیجیے۔
(iv) پیار صنعتی پٹن سے کیا مراد ہے؟
(v) جغرافیائی حرکت پذیری سے کیا مراد ہے؟
(vi) خشک گوئی سے کیا مراد ہے؟
(vii) زرعی منڈی سے کیا مراد ہے؟
(viii) شیٹ بینک آف پاکستان کے چار اہم شعبوں کے نام لکھیے۔
(ix) عشر کی تعریف کیجیے۔
(x) زکوٰۃ اور ٹیکس میں فرق کیا ہے؟
(xi) ایکسپورٹ بونس سکیم سے کیا مراد ہے؟
(xii) اسلام کے معاشی نظام سے کیا مراد ہے؟
(xiii) اسلام میں ملکیت کا کیا تصور ہے؟

(حصہ دوم)

- نوٹ، کوئی سے تین سوالات کے جوابات لکھیے۔
5- قومی آمدنی کی پیمائش کا پیراوار کا طریقہ تفصیل سے لکھیے اور احتیاطیں بھی تحریر کیجیے۔
6- شیٹ بینک آف پاکستان کے فرائض بیان کیجیے۔
7- ٹیکس عائد کرنے کے اہم اصول بیان کیجیے۔
8- بین الاقوامی تجارت کے فوائد اور نقصانات تحریر کیجیے۔
9- اسلامی معاشی نظام کی خصوصیات لکھیے۔

اکنامکس انٹر پارٹ II (2019)

پرچہ II

(معروضی طرز)

نوٹ: ہر سوال کے چار ممکنہ جوابات A، B، C اور D دیئے گئے ہیں۔ جوابی کاپی پر ہر سوال کے سامنے دیئے گئے دائروں میں سے درست جواب کے مطابق متعلقہ دائرہ کو مار کر یا پین سے بھر دیجیے۔ ایک سے زیادہ دائروں کو بھر کر کے یا کاٹ کر بھر کرنے کی صورت میں مذکورہ جواب غلط تصور ہوگا۔

- 1- زرعی پالیسی کے مقداری طریقوں میں شامل نہیں:
(A) کھلے بازار کا عمل (B) بینک ریٹ پالیسی (C) راشن بندی (D) اشتہار بازی
- 2- درآمدات اور برآمدات سے متعلقہ حکومتی پالیسی کہلاتی ہے:
(A) زرعی پالیسی (B) مالیاتی پالیسی (C) تجارتی پالیسی (D) قیمت پالیسی
- 3- کون سی انتظامی ادارہ نگہبانی نہیں ہے:
(A) پٹن (B) اجرت (C) وظیفہ (D) خیرات
- 4- کلی برتری کا نظریہ تجارت پیش کیا:
(A) آدم سمٹھ (B) ڈیویڈ ریکارڈو (C) میکو (D) مارشل
- 5- تقاضا صرف کا تعلق ہے:
(A) آمدنی اور سرمایہ کاری (B) آمدنی اور صرف (C) آمدنی اور بچت (D) آمدنی اور شرح سود
- 6- مالیاتی پالیسی کا تعلق ہے:
(A) عوام سے (B) حکومت سے (C) مرکزی بینک سے (D) تجارتی بینک سے
- 7- تجارتی بینک تخلیق کرتے ہیں:
(A) اعتباری زر (B) علاقائی زر (C) قانونی زر (D) دھاتی زر
- 8- زر کی تخمینہ طلب کا انحصار ہوتا ہے:
(A) کاروباری حالات پر (B) شرح سود پر (C) سرمایہ کاری پر (D) آمدنی پر
- 9- حکومت کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے:
(A) ٹیکس (B) جرمانے (C) قرضے (D) خسارے کی سرمایہ کاری
- 10- وہ دستاویز جو خرید و فروخت کا کوئی لکھ دیتا ہے کہلاتی ہے:
(A) چیک (B) ڈرافٹ (C) نشان زدہ چیک (D) ہنڈی

11- مصنوعی ذرائع آبپاشی سے حاصل ہونے والی پیداوار پر عسکری شرح ہے:
(A) 10% فیصد (B) 5% فیصد (C) 8% فیصد (D) 25% فیصد

12- پاکستان میں ٹاکس کی پہچان کا کام کر رہے ہیں:
(A) چار (B) تین (C) دو (D) ایک

13- اس عرصہ میں پاکستان کی شرح نموب سے زیادہ تھی:
(A) 1950-60 (B) 1960-70 (C) 1970-80 (D) 1980-90

14- مکانات کی تعمیر کے لیے قرضہ فراہم کرتا ہے:
(A) صنعتی بینک (B) زرعی بینک (C) ہاؤس بلڈنگ ٹرسٹ کارپوریشن (D) تجارتی بینک

15- فی کس آمدنی سادی ہے:
(A) کل قومی آمدنی (B) کل قومی آمدنی (C) کل قومی آمدنی (D) کل قومی آمدنی

16- پاکستان کا سب سے کامیاب پانچ سالہ منصوبہ تھا:
(A) دوسرا (B) تیسرا (C) چوتھا (D) آٹھواں

17- ذرائع مواصلات میں شامل ہیں:
(A) سڑکیں (B) ریلوے (C) بندرگاہیں (D) ریڈیو اور ٹیلی ویژن

18- اسلام مخالف ہے:
(A) اجارہ داری کا (B) مکمل مقابلہ کا (C) تجارت کا (D) زراعت کا

19- سیم اور تھور مسئلہ ہے:
(A) صنعت کا (B) زراعت کا (C) تجارت کا (D) معدنیات کا

20- آری ڈی کا نیا نام ہے:
(A) ڈبلیو ڈی او (B) آئی ڈی او (C) آئی سی او (D) آسیان

(انتخابی طرز)
(حصہ اول)

2- کوئی سے آٹھ (8) سوالات کے مختصر جوابات لکھئے:

(i) زرعی آمدنی سے کیا مراد ہے؟
(ii) خام مکی پیداوار کی تعریف کیجئے۔

(iii) فروسودگی کے اخراجات سے آپ کیا مراد لیتے ہیں؟
(iv) اوسط میلان صرف سے کیا مراد ہے؟

(v) دھاتی زرعی تعریف بیان کیجئے۔
(vi) چیک کی تعریف کیجئے۔

(vii) زرعی طلب سے کیا مراد ہے؟
(viii) زرعی تخلیق کے عمل سے کیا مراد ہے؟

(ix) بینک ڈرافٹ سے کیا مراد ہے؟
(x) نشان زدہ چیک کی تعریف کیجئے۔

(xi) شرح بینک کی تعریف کیجئے۔
(xii) مرکزی بینک سے کیا مراد ہے؟

3- کوئی سے آٹھ (8) سوالات کے مختصر جوابات لکھئے:

(i) نجی مالیات سے کیا مراد ہے؟
(ii) سرکاری مالیات سے کیا مراد ہے؟

(iii) خسارے کی پالیسی سے کیا مراد ہے؟
(iv) ٹیکس کے چار اصول تحریر کیجئے۔

(v) بین الاقوامی تجارت سے کیا مراد ہے؟
(vi) ملکی تجارت کی تعریف کیجئے۔

(vii) حساب رواں اور حساب سرمایہ میں فرق بیان کیجئے۔
(viii) یکساں شرح مبادلہ سے کیا مراد ہے؟

(ix) پاکستان میں زراعت کی اہمیت پر تین سطحوں پر تحریر کیجئے۔
(x) پاکستان میں معیار زندگی پست ہونے کی چار وجوہات تحریر کیجئے۔

(xi) صنعتی ترقی کے فروغ کے لیے چار تجاویز تحریر کیجئے۔
(xii) زرعی پیداوار میں اضافہ کے لیے چار تجاویز تحریر کیجئے۔

4- کوئی سے نو (9) سوالات کے مختصر جوابات لکھئے:

(i) معاشی منصوبہ بندی سے کیا مراد ہے؟
(ii) معاشی ترقی پر اثر انداز ہونے والے چار عوامل تحریر کیجئے۔

- (iii) پاکستان کے صنعتی شعبہ کے چار مسائل بیان کیجئے۔
- (iv) منصوبہ بندی کمیشن کے چار فرائض بیان کیجئے۔
- (v) شگل کوئی سے کیا مراد ہے؟
- (vi) پاکستان موٹرویز کے چار مقاصد بیان کیجئے۔
- (vii) بازار سرمایہ کیا ہے؟
- (viii) ای۔ کامرس سے کیا مراد ہے؟
- (ix) وراثت ٹیکس کیا ہے؟
- (x) عشر سے کیا مراد ہے؟
- (xi) بیرونی شرح مبادلہ بیان کیجئے۔
- (xii) اشتراکی نظام کی چار خصوصیات تحریر کیجئے۔
- (xiii) معاشی عدل کی تعریف کیجئے۔

(جد دوم)

- نوٹ: کوئی سے تین سوالات کے جوابات تحریر کیجئے۔
- 5۔ قومی آمدنی کے مختلف تصورات کی وضاحت کیجئے۔
 - 6۔ مرکزی بینک ذراعتدار کو کنٹرول کرنے کے جو طریقے اختیار کرتا ہے۔ بیان کیجئے۔
 - 7۔ فجی اور سرکاری مالیات میں فرق بیان کیجئے۔
 - 8۔ بین الاقوامی تجارت کے قاعدے اور نقصانات بیان کیجئے۔
 - 9۔ پاکستان میں بیرونی گاری کی وجوہات کیا ہیں؟ ان کا حل تجویز کیجئے۔
